



☆ مولانا اشرف علی تھانوی اور

تحریک آزادی

از: پروفیسر احمد سعید

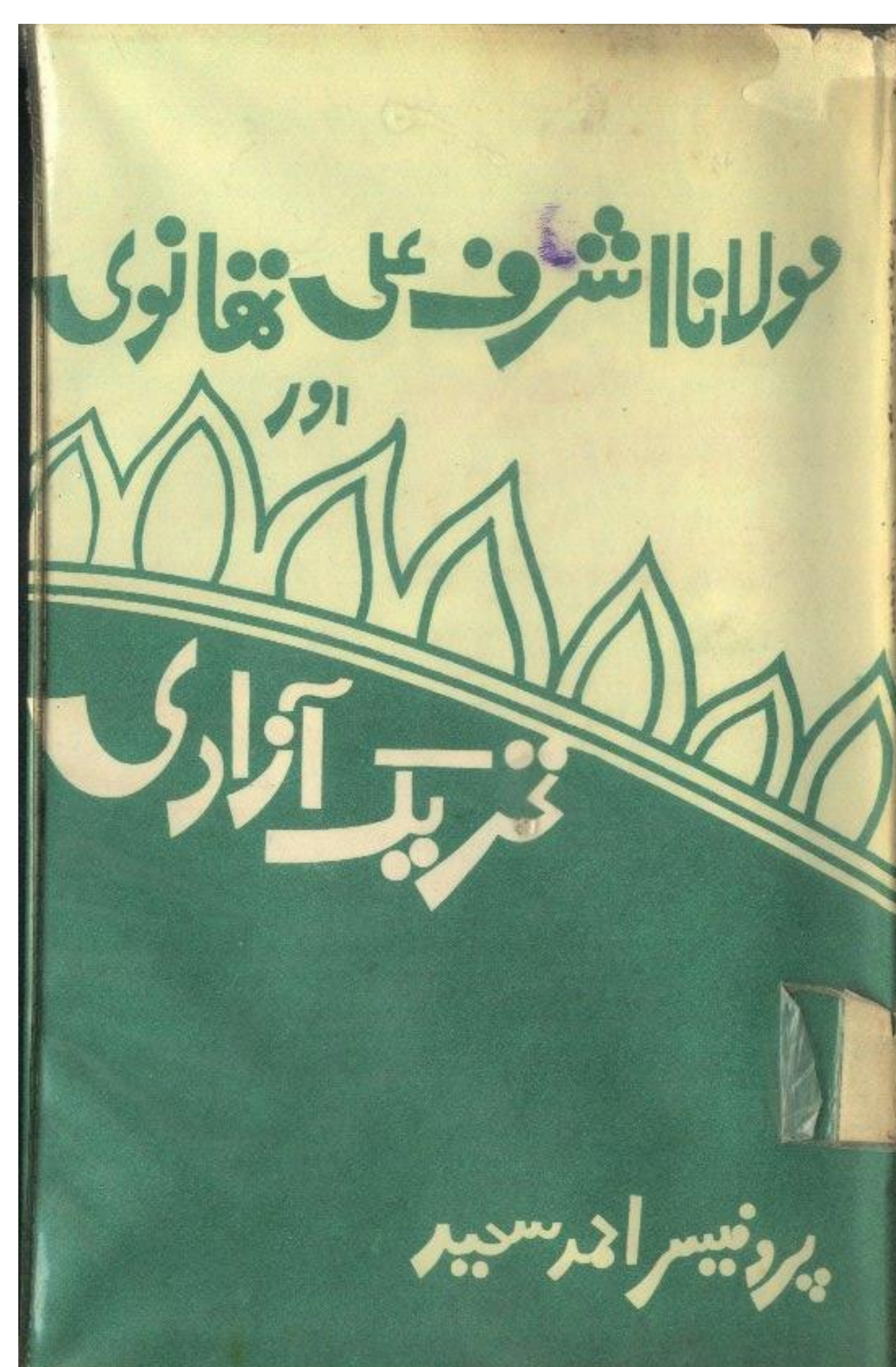
پیشکش: طوبیٰ لائبریری راولپنڈی

معاون خصوصی: طاہر صدیقی

special thanks to

KHALID TANVEER







ب  
سلسلہ اشاعت تحریک آزادی - پاکستان انگریزی  
329-547  
176/15  
مقام لکھنؤ  
مقام اشرف علی قنوی اور تحریک آزادی  
ممنعت برقیہ احمدیہ ایم اے تدریج ایم اے ریاضیات  
ناشر مجلس صیانتہ اسلامین لاہور  
باہتمام کیل احمدیہ دینی ناظم اشاعت مجلس خیر  
کنارت محمد الیاس نقشبندی رکن کتب امروہو  
سرشار عبد الرشید قمر  
تاریخ اشاعت ۱۹۸۳ء  
پریس نقیص پرنٹریس لاہور  
قیمت 30/-  
کتاب ملنے کے چھ  
دفتر مجلس صیانتہ اسلامین پاکستان، جامعہ اشرفیہ فیروز پور، لاہور  
ادارہ اشاعت ۱۹۰۰ انارکلی لاہور  
ادارہ تالیفات اشرفیہ ریلوے روڈ شہان  
دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبر ۱  
کتاب خانہ منہدی و مجلس اقبال جسر ۲ کراچی  
کتاب منشی اشرف - ۷۸ سے ماڈل ٹاؤن لاہور

ج  
ممنعت  
پروفیسر احمد سید - نومبر ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور اور  
پنجاب یونیورسٹی سے تاریخ (۱۹۶۵) اور سیاسیات (۱۹۶۶) میں ایم اے کیا۔ آپ نے  
سے ایم اے اور ایم اے لاہور کے مشہور تاریخ سے منسلک ہیں۔ آپ کو کئی مہتمم انٹرنیشنل کانفرنس  
۸ دسمبر ۱۹۶۵ء اسلام آباد اور علامہ اقبال انٹرنیشنل کانفرنس (۱۹۶۵ء) میں بھی شرکت کی ہے۔  
مدرسہ حرکت کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ کے چھ تحقیقی مضامین مکتبہ کے ایم جرنل میں شائع  
ہوئے۔ سب سے پہلے آپ کی مہتمم ذیلی تفسیر شائع ہو چکی ہیں۔ 176/15  
۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی... جامعہ اشرفیہ فیروز پور لاہور ۱۹۶۲ء  
۲۔ حصول پاکستان... ایگزیکٹو ایڈیٹر لاہور ۱۹۶۳ء  
۳۔ ذکر مجدد... ایما راجہ اشرفیہ لاہور ۱۹۶۳ء  
۴۔ بنیم اشرف کے چراغ... ایگزیکٹو ایڈیٹر لاہور ۱۹۶۵ء  
۵۔ قانون علم اور مسلم پریس... ایگزیکٹو ایڈیٹر لاہور ۱۹۶۶ء  
۶۔ گفتار حق و باطل... قومی مجلس تحقیق و ترویج لاہور ۱۹۶۷ء  
۷۔ اشاریہ تفسیر علم... نیشنل کتب خانہ منہدی لاہور ۱۹۶۷ء  
۸۔ ایگزیکٹو ایڈیٹر لاہور ۱۹۶۷ء  
Writings of the Qaid-i-Azam



۹۔ اقبال اور ستارہ عالم . . . . . اقبال کی سوانحی یادیں ۱۹۷۷ء	۱۰۔ مہاتما گاندھی کے چہرے پہلو . . . . . قومی تحریک میں تاریخ و ثقافت اسلام آباد ۱۹۷۸ء
۱۱۔ قائد اعظم مسلم پریس کی تحریک . . . . . قائد اعظم کی علمی زندگی ۱۹۸۱ء	۱۲۔ تحریک پاکستان . . . . . انگریزوں کی ہمدردی لاہور ۱۹۸۱ء
۱۳۔ تحریک پاکستان کا سماجی اور معاشرتی پس منظر . . . . . زیریں	۱۴۔ The Eastern Times on Qaid-i-Azam
۱۵۔ انگریز اسٹیج اور سرگرمی ویاہی خدمات . . . . . زیریں	۱۶۔ Modern Muslim India 1957-1962
۱۷۔ Modern Muslim India 1957-1962	۱۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۱۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۲۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۲۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۲۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۲۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۲۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۲۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۲۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۲۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۲۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۲۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۳۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۳۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۳۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۳۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۳۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۳۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۳۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۳۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۳۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۳۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۴۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۴۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۴۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۴۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۴۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۴۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۴۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۴۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۴۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۴۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۵۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۵۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۵۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۵۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۵۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۵۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۵۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۵۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۵۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۵۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۶۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۶۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۶۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۶۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۶۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۶۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۶۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۶۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۶۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۶۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۷۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۷۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۷۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۷۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۷۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۷۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۷۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۷۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۷۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۷۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۸۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۸۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۸۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۸۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۸۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۸۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۸۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۸۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۸۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۸۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۹۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۹۱۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۹۲۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۹۳۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۹۴۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۹۵۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۹۶۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۹۷۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۹۸۔ A Biographical Dictionary [in progress]
۹۹۔ A Biographical Dictionary [in progress]	۱۰۰۔ A Biographical Dictionary [in progress]



۸۷	۴- باب سوم
۹۰	مولانا قاضی اور کاکس
۹۱	کاکس عمار کے پاس سے مولانا قاضی کی ٹانے
	کاکس کا دوسرا دور استیلا مولانا کی نظریں
	۵- باب چہارم
۱۰۳	مولانا قاضی اور آل انڈیا مسلم لیگ
۱۲۰	سہارن پور مہیشن
۱۲۱	مولانا شفقت علی کا خط
۱۲۶	جیانی لکیشن
۱۳۰	تبلیغی وفد برائے آل انڈیا مسلم لیگ
۱۳۳	پٹنہ مہیشن میں مولانا قاضی کا تاریخی بیان
۱۳۵	قائد اعظم مولانا قاضی کی نظریں
۱۳۸	علی گڑھ مملکت کا قصور اور آرزو
۱۵۱	آری ملی
۱۵۲	مسلم لیگ کی حمایت پر مولانا قاضی کو قتل کی دھمکی
۱۵۵	قیام پاکستان کی پیشین گوئی
۱۵۶	آل انڈیا مسلم لیگ اجلاس دہلی میں شرکت کی دعوت
۱۵۸	آل انڈیا مسلم لیگ کو نسل کی تعزیتی قرارداد
۱۶۰	کتابیات

## حرفِ اوّل

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم و احسان ہے کہ اس نے میری کتاب مولانا شریف علی قاضی اور تحریک آزادی کو شہریت اور اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی توفیق بخشی۔ پہلے ایڈیشن میں مختلف درجہ کی بنا پر دعوتِ کتاب کے متن کو حوالہ جات میں بھی پیشہ افلاورہ کی تقریر، بعض مقامات پر کوٹہ مہم ہی بولی گیا تھا۔ اسی دوران مجھے بہت سا نیا مواد بھی میسر کیا جس کے سبب کتاب پیشہ کی قیمت دو گنا نہیں ہوگئی ہے۔ اس مرتبہ تمام حوالہ جات کو دوبارہ چیک کیا گیا ہے۔ حوالہ جات کے متن میں ایک بات کی وضاحت ضروری محکم ہوئی ہے۔ جس پر بھی کسی کتاب کو پہلی مرتبہ ذکر کیا گیا ہے وہاں اس کے محلِ کرافت پیش کیے گئے ہیں لیکن بعد میں یہ بات اس کتاب کا نام ہی بنتی ہے۔ پنجاب پبلک لائبریری کے منظرِ عالم کے کتاب کا شمار کیا کرتے اور کتابیں رقم کرنے کا کام حسبِ سابق نہایت توفیق و شوق سے انجام دیا جس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ مولانا کیل احمد راشدی صاحب، انٹرنیشنل رفاہیت ٹرسٹ صیانتِ اہلین پاکستان کا اخصصر، ممنون ہوں جنہوں نے مجس صیانتِ اہلین کی طرف سے کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

لکھنؤ  
۲۶ اکتوبر ۱۹۸۱ء



گواهی نامد حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی  
بنام قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم

[illegible]

محرمی کروہ۔۔۔ مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان۔ لاہور

حاصل کرده از نیشنل آرکائیوز آف پاکستان ، اسلام آباد

تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند

چند کتابوں کا سرسری جائزہ

[illegible]

Partners in Freedom  
and True Muslims.

میں تحریک آزادی میں حصہ لینے والے ان مسلمان علماء کے سیاسی افکار کا جائزہ لیا ہے جنہوں نے



ہندوستان کی آزادی کے لیے منہ بولنے کے ساتھ ساتھ ان کی کتاب میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد دینی کے سیاسی رجحانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب میں مولانا شبیر احمد عثمانی کا ذکر چند سطروں پر کیا گیا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر شعیب صفیر ۵ جلدی کی کتاب *Ulama in Politics* شائع ہوئی۔ ۲۲۲ صفحات کی اس ضخیم تصنیف کی تائید میں علامہ کے بیاست ٹیبلز پیش کئے گئے۔ لگایا ہے کہ کتاب میں جہاں مولانا مودودی سے لے کر مولانا حسین احمد دینی، مولانا آزاد اور مولانا ندوی اور دیگر علماء کے کاموں کا تفصیلی ذکر موجود ہے وہاں مولانا اشرف علی تھانوی کے سیاسی رجحانات اور خدمات کو محض ۳۳ سطروں پر پیش کیا ہے۔ اگر ان میں کوئی گالی ہے۔ مولانا محمد شفیع مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا غلام مصطفیٰ کو دشمنیت سے نام لے کر نہیں لے گی۔

*Towards Pakistan* میں شمس الدین عسکری کے سیاسی نقطہ نظر پر مولانا آزاد، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا غلام مصطفیٰ کی کتاب *The Making of Pakistan* جو کہ لندن سے شائع ہوئی تھی کے ایک باب میں شمس الدین عسکری کے زیر عنوان مولانا آزاد اور مولانا حسین احمد دینی کی سیاسی سرگرمیاں پر بحث کی ہے۔ اس باب میں سات سطروں میں مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم مصنف نے جمہیت اسلام کی تشکیل کا ذکر کرتے ہوئے گھما کر ۱۹۴۶ء میں جمہیت اسلامی پاکستان کے قیام پر بحث کی اور ایک گروپ نے طے کیا کہ جمہیت اسلام کے جمہیت اسلام کے نام سے ایک طے قیام کیا ہو کر لی۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی رجحانات کے دور میں جتنا شوق لیا۔ جبکہ مولانا تھانوی ۲۱ جولائی ۱۹۴۷ء کو وفات پا چکے تھے

اور جمہیت اسلام کی تشکیل ۱۹۴۷ء کی بجائے اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عملی میں آئی تھی۔

دہلی میں موجود جس نے ہندوستانی مسلمانوں کی کھری سیاسی اور قومی تحریکوں پر ایک سیریز کتاب *Modern Islam in India* تحریر کی ہے، ایک مقالہ *The Ulama in Indian Politics* لکھا ہے جسے مولانا صاحب نے مولانا صاحب نے ایک ایسے موضوع پر جو ایک طویل عرصہ پر پھیلا ہوا ہے مختصر کیسے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس نے ہندوستان کی مسلم سیاست میں علامہ کے دور زندگی کے لیے اور جہاں سے تو بحث کی ہے لیکن جو ایک آواز دی اور تحریک پاکستان کے قیام پر روشنی نہیں ڈالی اور کسی عالم کا ذکر کیا، انگریزی دور، بعض مولانا ابوالکلام آزاد کو موضوع بنایا ہے۔

۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر عاشق حسین بناوی نے تحریک پاکستان کے موضوع پر ایک نیا ہیثیت و قیام کتاب جاری قومی جدوجہد تحریر کی۔ ڈاکٹر عاشق حسین بناوی تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن، علامہ سراجیال کے قریبی ساتھی، مشہور ادیب اور افسانہ نویس ہیں۔ اپنی اس کتاب میں ڈاکٹر بناوی نے علامہ، ڈاکٹر شفیع منین، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اشرف علی تھانوی کی ان افلاوی افسانہ نویس سے تو بہت جہت کرنا دیکھ لی ہے۔ سرگز نہیں۔ ڈاکٹر بناوی کی ان افلاوی باتوں کا تذکرہ لیا اس لیے ضروری ہو گیا ہے کہ ایک عام صورت میں علامہ، بالخصوص علامہ ڈاکٹر کے خلاف ایک سنگٹھن تحریک کے ذریعے ڈبڑوں کو پھیلے ہی ڈبو کر دیا گیا ہے۔ یہ تاثر عام پھیلا دیا گیا ہے کہ علامہ، ڈاکٹر کی اکثریت تحریک پاکستان کے خلاف تھی، علامہ ڈاکٹر اپنی حقیقت یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے قیام میں علامہ نے دیرینہ واضح طور پر وقت گذار دیا تھا اور قومی گردنوں میں متحرک تھے۔ اگر ایک طرف مولانا حسین احمد دینی کی زرقاوت یا گھٹ پ گھٹوں کی جانگوس کی حمایت ان قدر ہندوستان کے لیے سرگرم عمل تھا تو دوسری جانب مولانا اشرف علی



تھا اور کی رہنمائی میں علماء کا ایک دوسرا اثر اور مضبوط کردہ ترکیب پاکستان کی خاطر اپنی قریبی  
تقریری اور علمی ملازمتوں کو برہنہ کر دیا۔ جہاں اس امر کا ذکر ہے جیسے جامعہ کوکچہ و جیسیم  
پاک و جیسیم میں ملا، اثرات علمی تھا اور کئی کاغذات پرچین خزانوں سے نکال کر لکھنے کا سہارا بنا  
تھا اور بہت غارت ۱۵۱ مکان ان سے کوئی مرید اپنے مشرک دیانت اور چھانٹ کے جس  
کوئی اور نظریات رکھے یا ان پر عمل کرے اور یہ ترکیبوں کو اثرات علمی تھا اور کئی اپنے  
اس جہان نگاہ پر نہیں کیا تھا۔ میرا براہِ مسلسل ان کے مریدین و متبعین و دانشمندان کی دولت  
سے انتہائی غلطی و غیبت آتی ہے کہ وہ کوہِ قدم پر چھائیں؟ پھر مولانا کی طرف سے  
مسلم لیگ کی حمایت میں ان کی رائے کی اشاعت کے بعد ہزاروں نہیں بچ سکیں۔  
ایسے علم و غیر جانبداری اور تدبیر کی حالت میں تھے۔ پوری قوت کے ساتھ مسلم لیگ  
کا ساتھ دینے لگے اور معاشرتی اہمیت مانی، جو ضرورت سے سیاست سے یکسر منکر و غریب مانی میں  
ذمہ داری نہ دے رہے تھے، مولانا نے جو مٹانی مٹانی مٹانی صاحب اور مولانا اظہار علی وغیرہ ہم ملہ  
کی ایک غیر جماعت میدان میں آئی اور دیکھتے دیکھتے مسلم لیگ کی کیا پیدائش ہوئی۔ وہ مسلسل  
مسلم لیگ کو قوت و بہت اور بہت علم و ایمان ہی علم کی تاثیر اور حمایت سے حاصل ہوئی۔ دیر  
میں علم و اسلام لیگ کو اکثرین کی تاثیر بہادر کوکچہ اس کی شرکت سے بڑھ گئے تھے۔  
یہ علم و تھے جنہوں نے قریب قریب کوکچہ یا کوکچہ کوکچہ اور علوم انسانی کی دھار

بندھائی اور ان کو مسلم لیگ سے شرکت پر آمادہ کیا۔ ان حقائق کو چھپا کر اور ان سے روگردانی  
یا ان کو چھپانا، آفتاب پر خفاک ڈالنے اور صداقت کا درجہ اٹانے کے مترادف ہے جو کہ کسی  
کا سیاق نہیں ہو سکتی۔

ایکے اندر انہیں کہیں کیلئے ضروری ہے کہ وہ غیر جانبدار ہو، اس کی تقریروں میں اس کے  
جہالت کو بالکل بھل دیا، جو اس بات کے حوالہ دیتے ہیں کہ ساتھ ساتھ ان کے افکار و فہم سے  
اثر و اثر کرے۔ خود کو اکثر بنائی ہے، اپنی مندرجہ بالا کتاب میں تاریخ نویسی کے ان بنیادی  
اصول کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "تاریخ نویسی کا مسلم اصول یہ ہے کہ واقعات کے  
میان کرتے ہیں پوری دیانت برتی جائے، اختیار و حقائق کی قبول و قیامت اور تہذیب اور  
ان سے متعلق افکار و سطح کا حق پر شخص کو حاصل ہے" (۱) لیکن ہمارے خیانت ہی انہیں اس سے  
کو اکثر بنائی ہے، اپنے ہی زبان کردہ تاریخ نویسی کے اصول کو خود ہی جوڑ دیا۔ بالکل کیا۔  
ڈاکٹر شاہی لکھتے ہیں کہ "اس نے ڈاکٹر شاہی کی پیروی سے کہہ کر جتنا جہل و غیبت کا پتہ لگایا  
Secularism لیتا تھا جس نے تاریخی سیاست کو پیش و زور دیا اسے خجالت دلائی۔ سرسید  
مجموعہ بھی سیکولر لیتے ہیں ان کو لوگوں نے ان کو کافر و کفری لگا کر انہیں راجسب عقل قرار دیا تو  
اس غریب کو بھی جان بچانے کے لیے اور مولویوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے ان ہی کے  
بندھائی و شعلہ کرتے ہوئے (۲) اپنی اس تقریر میں ڈاکٹر شاہی نے وہ غیر متعین و غیر متعین بنائے  
کیں، پہلی بار جماعت مسلمانوں کا سیکولر لیتا تھا، سیکولر سے اگر ڈاکٹر شاہی کی ملاوٹ ہے تو علم  
سیاست اور مذہب میں تفریق کے حامی تھے تو یہ بات تاریخی حقائق پر مبنی ہے۔ تاہم علم

(۱) عاشق حسین شاہی، ہماری آئی جی و جی (۱۹۳۴) ص ۷۱۔ (۲) ایمان کوکچہ (۱۹۶۶) ص ۱۲

(۲) ہماری آئی جی و جی (۱۹۳۴) ص ۷۱۔ ۷۲



کی قیادت کو بڑھتے ہوئے صورت حال کی وضاحت پہنچانے لگی۔ سرکاری دال میں گندہ میں کھڑے ہو کر  
 کے طلب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "مجھے یقینیت مسلمان (دوسری اقام کے معاشرت اور  
 تہذیب کا پورا احترام ہے مگر مجھے اپنے اسلامی گھر اور تہذیب سے بہت زیادہ محبت ہے  
 میں جو گزرتیوں چاہتا ہوں کہ ان کے دلی نہیں اسلامی تہذیب تمدن اور مصلحت سے بے پروا  
 ہوں" (۱) جو ان کے لیے یہی چیز وقت کا درس، انڈین میں سرکاری ایجنسی میں کے پاسٹلے  
 کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "مسلمانوں کے لیے یہی گرامر مصلحت کی ضرورت نہیں ہے ان  
 کے پاس تو ۱۳۰۰ برس سے ایک کمال پرگرام موجود ہے اور وہ قرآن پاک ہے۔ یہ اسی کلام  
 الہیہ پر ایمان ہے اور میں جو کراہی کا طالب ہوں وہ اسی کلام الہی کی تعمیل ہے" (۲) ایک اور  
 موقع پر انہوں نے فرمایا "میں کوئی مولوی ہوں اور مجھے دنیا میں مہارت کا  
 دعویٰ ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور قرآن اسلام کا اپنے طور پر مطالعہ کیا ہے۔ اس علم ارشاد  
 ان میں اسلامی زندگی سے متعلق دایا است کے باب میں زندگی کا روحانی پورنما شریعت  
 معیشت غرض انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو قرآن مجید کی تعلیمات کے معاملہ سے باہر  
 ہو۔ قرآن کی مصلی و اہمیت اور دنیا کی طرح کا نہ صوفیوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی  
 سلطنت میں غیر مسلموں کے لیے بھی مولک اور آئین حقوق کا اس سے بہتر تصور نہیں ہے" (۳)  
 فروری ۱۹۴۷ء میں ان کی عدم کسم ایک پنڈت میں آپ نے فرمایا "پاکستان کا دستور ایسی  
 آئین بنا کر لیتے ہیں جو نہایت ہی نہیں جانتا کہ اس کی کیا ہوگی مگر یہ ایک بہترین  
 آئین ہوگا جس میں اسلام کے بنیادی اصول شامل ہوں گے۔ یہ دستور زندگی میں آتی بھی رہی

(۱) احمد صمدی، گفتار قائد اعظم، راجہ پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۶۶  
 (۲) گفتار قائد اعظم، ص ۶۸ (۳) گفتار قائد اعظم، ص ۶۸

تلاش میں ہیں اس طرح آج سے ۱۲۰ سال قبل تلاش میں تھے۔ اسلام نے جس بہرہ ریت  
 کا سبق دیا ہے" (۱) ایک اور موقع پر فرمایا "قرآن مجید صرف انہی اصولوں کا مجموعہ نہیں  
 بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔" (۲)

ڈاکٹر بناوی نے دوسری بات سنیہا جو خاں سے متعلق کی ہے کہ مولوی فتح نہیں  
 صاحب انتقال قرار دیا تاہم حقیقی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ پہلے یہ کہ مولوی نے کمال  
 مولوی اور علمائیں کوئی تیز رو را زہمی اور دونوں کو ایک ہی لالچی سے بہا کر دیا۔ سرسید  
 کو تین برسوں نے کا ذکر دیا وہ پہلے کے سرکاری ڈپٹی سیکرٹری اور انڈین میں کے مولوی  
 گردہ برہم کے بیرونی عالم اور شاخ کے متعلق یہ لکھا کہ انہوں نے سرسید کے قتل کا فتویٰ دیا لائی  
 کے ساتھ لکھ نہیں۔ علماء اور شاخ کی طرف سے قتل کا فتویٰ جاری ہونا کچھ اجڑے  
 سرسید کو کچھ نہیں کہا تصوف کے بعد ان میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی کا مقام  
 الہم سے متعلق نہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے ایک سرسید کا طبعیت و است (۱) کہ خود  
 لکھا تھا یا اور اس کے لیے سواد طلب فرماتے بہت سے لوگوں نے سواد تیار کیے  
 لیکن حضرت حاجی صاحب کو ان کا مشرت علی تعادلی کا مسودہ بہت پسند آیا۔ آپ نے  
 سرسید کے متعلق لکھ دیا تھا کہ ان کا وہ اس خط سے واضح ہو جائے گا۔ "بہت جتناب  
 عالی مرتبت، مجمع الافغان والاطاف سہرہ اللہ تعالیٰ الاسلام علیہ وسلم اللہ۔ ہر جگہ کچھ کہ آپ  
 سے صوری نیاز حاصل نہیں مگر آپ کے اخلاق کے اوصاف سن کر ناہیہ متعلق ضرور ہے  
 جس نے اس طرح کی عزت دلائی ہے۔ آپ میری گمانی اور ناشائستہ پرتو جڑواں  
 بلکہ انکو قاتل و لائق قاتل قاتل کو پیش کر گئے۔ آپ میں تمام خدا شریع مکتا ہوں یہاں

(۱) Quaid-e-Azam Mohammad Ali Jinnah Speeches As Governor General (Islamabad) p. 67.  
 (۲) Jamil ud Din Ahmad Speeches of Mr. Jinnah vol I (Sh. Mohammad Ashraf) 405



مسک آپ کی ساری اصلاحات کو خود سے لکھا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کو کاپ کو دینا چاہیے  
مقتور وہیں غیر خیر اسلام اور خودی اشیاء اسلام کی آپ کو اس امر پر خبر کیا کہ جو  
اعتراضات مذہب اسلام پر مبنی تھے ان کے جوابات دے جائے بغیر خودی  
اسلام اس امر کا باعث بنی تو مسلمان جو پیش میں گرے ہوئے ہیں ان کی ترقی پر یوں کیا  
جائے۔ ان رد و افس کے متن ہر سہ میں کسی کو کلام نہیں سمجھ کر غلط طلب ہے جب  
کہ ان تمام حد کے حامل کرنے کے ذرائع کیا استعمال کیے جائے ہیں۔<sup>(۱۰)</sup>

۱۱۱۔ حضرت مولانا غلامی، صاحب الوقت فرماتے ہیں،

[illegible]

سیر کی زندگی میں ان کی زندگیوں نے جو عظیم و بڑے حلقہ درست بات پہلے کے ان کا  
 ہزارہ ایک واقعے سے کہیں کا پاس کیا جس کے خدا ان کے دست راست نائب ایک  
 نے جب آریٹ اور ان کی تحریر میں تمام کلمہ صحیح اثر میں اس کی جہات ان میں شریعت کی  
 کہ سر سید کے خلاف دعوے کے بارے میں ان کی کتاب اور دیگر کام ان سے نہ تھے  
 نائب صاحب کو یقین بنا تھا کہ سر سید اور دیگر کا رد فرما دینا <sup>۱۵۱</sup> میں ان کے لئے جو کچھ  
 اور کچھ جو وہ کی جان پر ان کے زندگیوں کے خدوے سے جاری نہ تھے کہ تمام علم  
 اور فن و فنون کے پیشین کی ان کے لئے تمام سائنس و فائنڈی اور علم و فنون کے لئے جو کچھ  
 میں نے اپنے لئے لکھا تھا، جس کے بارے میں ان کے لئے تمام سائنس و فائنڈی اور علم و فنون  
 کے لئے میں نے اپنے لئے لکھا تھا، جس کے بارے میں ان کے لئے تمام سائنس و فائنڈی اور علم و فنون  
 کے لئے میں نے اپنے لئے لکھا تھا، جس کے بارے میں ان کے لئے تمام سائنس و فائنڈی اور علم و فنون

مولانا اشرف علی تھانویؒ الاقا شمس الدین مریہؒ جلد چہارم تہماز مجنون عن ۴۴

(2) محمد امین زیر نثر حیات حسن "مسلم ریورسٹی پریس علی گڑھ" ۱۳۱۳ھ ص ۶۳-۶۴۔



تیں سوالات کھڑے کیجیے (۱) خدا پر آپ کا عقیدہ کیا ہے ؟ (۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا عقیدہ کیا ہے ؟ قیامت کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے ؟

سرسید صاحب نے ان سوالات کے جواب میں لکھا خدا تعالیٰ مالک ابدی اور صالح تمام کائنات ہے (۲۰) بعد از خدا بزرگ قوی قہر مہتمم (۲۱) قیامت برحق ہے۔ جب سرسید کا یہ جواب سنا تو سنا فراقی کے پاس پہنچا تو آپ نے ان لوگوں سے جو قوی پر متحرک رہے کہ تھے فرمایا "تم اس شخص کے خلاف متحرک نہ رہنا چاہتے ہو جو پاک مسلمان ہے" (۱)

مولانا شرف علی تھانوی کا شمار عظیم کے نامور علماء اور وفادار میں ہوتا ہے۔

آپ کے مخططات میں بے شمار جگہوں پر سرسید کا ذکر ملتا ہے۔ اگرچہ مولانا تھانوی بھی دیگر اکابر کی طرح سرسید کے خلاف کوشش کرتے تھے۔ آپ سرسید کے کافی کوٹا لے چکے تھے اور یہ دیکھتے تھے کہ مثنوی طبر کے ذریعے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کن نہیں کی گئی اس اختلاف کے باوجود مولانا تھانوی نے کبھی بھی سرسید پر بد ذاتی حملے کیے اور وہی ان کو کاغذ چیکر کا جب انش قرار دیا اس کے بغیر آپ نے سرسید کی مختلف مصافات کی پیش بردہ تعریف کی۔ آپ سرسید کے غلامی اور بی ہمدردی کی ان تعریف کی کہ تھے "کیک جس میں وہ لگ بھگ دیکھا" "عجب تھے جو کبھی ہرش میر گرو۔ سرسید کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی بہت سی شہنشاہی اور اس معاملے میں بہت دل سوزی تھی۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دم کی اس صفت پر ہم فرمایا: "سرسید کے عقیدہ و عقیدہ و رسالت کے باعث سے کسی لڑائی" سرسید کا عقیدہ و عقیدہ اور رسالت کے متعلق میں درج کا بھی تھا بلکہ دوسرے

(۱) مبیعا شدہ "مخططات و مکتوبات" اردو مرکز لاہور ۱۹۹۱ء ص ۹۹-۹۸

اور نہایت پختہ تھا میرا کہ ان کی امتیاز تصانیف سے سمجھ کر سنا ہوا۔ اور قرآن و حدیث کی جو وجوہات انہوں نے لکھی ان کا نشانہ معلوم ہوتا ہے کہ ان عقیدوں کا اسلام پر کوئی اثر نہیں وارد نہ ہوگا اس کے لیے انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ غلط تھا۔ اس لیے میں ان کو نادان و درست کہتا ہوں (۱) ایک اور موقع پر مولانا تھانوی نے سرسید کے اعتقاد اور رسوم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا "جو شخص چاہے جان داریا دنیا دار اس میں متنازعہ و ہوتا ہے۔ علی گڑھ کے شیخ پر سرسید بریلی میں سوار ہوئے۔ اس فہر میں پہلے سے ایک سار شخص سوار تھے۔ انہوں نے سرسید سے کہا کہ یہ کونسا شہر ہے انہوں نے کہا علی گڑھ جواب کی کردہ صاحب اے کہ وہی علی گڑھ میں سرسید (ایسا گیا) رہتا ہے۔ سرسید نے کہا کہ یہی ہاں وہی علی گڑھ۔ اس بیان صاحب نے سرسید کو اور کہا کہ سرسید نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔ یہ صاحب اور کھلے اور کئی کسبیشن کے تہری کہتے تھے۔ بہتر کو ذرا بھی تیرہ ہوا ایک شیش پتہ بنی کرنے والے شخص نے کہا نا کانا اور سرسید کو دیکھ دی سرسید نے انکار کیا۔ انہوں نے عذر چھپا سرسید نے کہا مجھ کو واقعی نما ہے۔ انہوں نے عذر چھپا سرسید نے کہا کہ میں اس وقت تباہوں تو اس وقت تو آپ کا نام نہیں اور عدم ہوجائے تو شاید میری صورت دیکھنا گوارا کریں۔ انہوں نے کہا کہ کوئی ہا ہے سرسید نے کہا کہ میں ہی وہ سرسید ہوں۔ یہی کردہ صاحب بہت شرمندہ ہوئے باوجودیکہ سرسید دنیا دار شخص تھے مگر سستنا اور غلط تھا "۲" مولانا تھانوی نے سرسید کے کتب کے متعلق ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی نے سرسید کی جوڑی نظم

و غلامی و کون جودب "اثر اسرار" جلد اول و ثلثا اثر انڈینز لاہور ۱۹۸۵ ص ۱۵

(۲) الا قاضی العزیز عبد اول ص ۲۰



کھی۔ اور اس کو کالی کے دروازے کی چمک پر پکڑے ہو کر چھا سر سید اعلیٰ مکان سے نکلی کہ کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میری قوم پاؤں کوئی ہے اور پس، وہ پہلے ان صاحب کو ملے دیے۔ وہ صاحب بھی کالی کہتے ہیں وہ در پہلے سے لیے۔ اس سے سر سید کا بہت ہی متعلیٰ ہونا ثابت ہے۔<sup>(۱)</sup>

مولانا فضل الرحمن کی مراد آبادی اپنے زمانے کے مشہور اہل تصوف میں شمار ہوتے تھے ایک مرتبہ کوئی مولوی صاحب سر سید کے بارے میں بتا کر کہہ رہے تھے کہ اس نے شریعت محمدی میں بڑا متزلزل اور اختلاف پیدا کیا ہے۔ چاروں اعلیٰ شریعت پسند ہیں۔ مولانا فضل الرحمن نے یہ باتیں سن کر کہا کہ ان کی ظاہری تقریر کو دیکھو ان کے قلب کو دیکھو دیکھا ہے۔<sup>(۲)</sup> مولانا محمد علی دکنوی نے فضل الرحمن کی مراد آبادی نے بھی ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سر سید نے جو میں بیٹھے تھے کہ چند مولوی صاحبان میں لڑنے پھرتے تھے کہ سر سید روایات صحیحہ کا انکار کرتا ہے تو ان کا انکار کرتا ہے مگر ہے۔ حضرت عبد بنو سے لکھتے تھے میں تو شریعت لائے اور مولانا دکنوی سے ملے تو ان کو لگ اس لیے چارے کو کھانا

ناتھے ہیں مگر اس کے قلب کو دیکھو کیا ہے۔<sup>(۳)</sup>

یہ قاضی سر سید کے متعلق جدید علماء کرام اور شائع کی رائے۔ اب تصور کا وہ مرام غلط ہو کر سر سید کی دھندلی نہ اور مولانا دکنوی کے متعلق کیا رائے تھی۔ مولانا دکنوی نے اپنے تمام مدرسہ دیوبند کے سر سید کو مدرسہ کی طرف اشارہ کیا اور دکنوی سر سید اعلیٰ نے اپنے رسالہ "توطیع"

(۱) محمد رفیع حسن اعجاز جلد دوم ص ۱۲۴

(۲) شہداء جو میں مولوی، کلمات، ص ۱۰۰، اہل دیوبند جلد دوم ص ۱۹۶

(۳) ایضاً ص ۱۲۴

میں جو وقت کھادہ نہایت غریب سے بڑھنے کے قابل ہے۔ سر سید کے دل میں علماء کرام بالخصوص مولانا دکنوی کے متعلق جو محبت اور سچائی موجود تھا اس پر ثبوت سے عادت چھٹکا نکلا آتا ہے۔ سر سید نے کھانا "مولوی رفیع الدین صاحب" سے اس مدرسے کی سالانہ رپورٹ کے ساتھ ہمارے پاس بھیجی ہے جس کے دیکھنے سے ہم کو نہایت ہی رنج ہوتا ہے اور مسلمانوں کی حالت پر اس قدر افسوس ہوتا ہے اب ہم اس رپورٹ پر متعدد طرح سے نظر ڈالتے ہیں۔

اول جملہ مسلمانوں کے مذہبی پیش و پیش کے ہم سمجھتے تھے کہ جو مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں علم اگر میری اور دیگر علوم دینیوں میں علم و سچائی پر چھانے چاہیے تھے اس پر جو کچھ مسلمان یا متعصب اور علماء مختلف دینی ہیں اعتراض کرتے ہیں اور اس کو کوشاں مدرسہ طے کرتے ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اس میں چند دینے سے منع کرتے ہیں تو قاضی دکنوی کی یہ چیز مسلمانوں کے اور پچھتوں کی ہیں وہی پہلے ہم پہنچانے چاہتے ہیں کہ ان کو مسلمان چاہتے ہیں یا نہ ہوتے ہیں ان کے لئے ضرورت کی ہوگی مگر اس پر ثبوت کے دیکھنے سے ہم کو نہایت باخبر ہوئی۔ جسے سے بڑھ چھوٹا اور پہلے پہنچ آ رہا ہوا ہے۔ اس کے بعد پہنچ رہے ہیں مولوی کا اس کے پیش میں دیکھ رہے ہیں اور تمام قسم کے غلط فہمیوں میں دکنوی پر دو دو برس اور میں پر ایک برس کا باقی ہے۔ میں یہ کارروائی ماننے سے اس بات کا قطعاً شریک ہوتے ہیں کہ جو لوگ اپنے تئیں متحرک یا مسلمان اور حق ظاہر کے لئے مدرسہ مسلمان میں شریک و ہر سہ کی وجہ اپنی دیناری ظاہر کرتے ہیں صرف حق ماننے اور حیلہ شریعت سے روک دیا جیسے کہ ان لوگوں کے ظہری مدرسہ دیوبند میں جو مسلمانوں کے اور پچھتوں کی ہیں وہ دکنوی کی حیثیت میں مسلمانوں پر ظاہر ہے کہ اسے مدرسہ میں جس







عام سلاطین کی بھلائی کا ان کو خیال تھا۔ ان ہی کا کشش سے علم دینیہ کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدرسہ دیوبند قائم ہوا۔ مسلمانوں کا پیش رو گنگ ان سے ناراض تھے۔ اور بعضوں سے دوپہی ناراض تھے۔ مگر جہاں تک ہندو کا تعلق ہے ہم مولوی محمد قاسم کے کئے کی نظر کو خواہ کسی سے ناراضی کا برخلاف کسی سے خوشی کا کسی طرح بولنے نہیں یا غیر یا عداوت بظہور نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام اعمال جس قدر تھے پادریہ بیست و دو آداب آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے۔ ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے واسطے تھا۔ کچھ شخصوں کا کہنے والی تعلقات کے واسطے تھا اور کسی سے خوش ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا۔ کہ وہ بڑے کام کرتا ہے۔ اس لیے خدا کے واسطے برا جانتے تھے۔

مسلحہ فہ اور الیقین اللہ خاص ان کے بتاؤں میں تھا۔ ان کی تمام ملتیں فرشتوں والی تھیں۔ ہم اپنے دل کے ساتھ ان سے محبت رکھتے تھے۔ اس زمانے میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں سے نکل گئے۔ ان کا پاس زمانے میں شاید معصومانی طور پر شام میں ان کے گھر سے کچھ کم ہو جاتی تھیں۔ ان کی لکھ کر تھا۔ ایسے شخص کے چہرے سے دنیا کا خالی ہونا ان تمام لوگوں کے لیے جو ان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ انہوں نے ہماری قوم پر نسبت اس کے کافی طور پر کرنی کا کام کرے۔ دنیا کی حقیت اور اداوت بہت ظاہر کرتی ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کا کام نہیں کہ ایسے شخص کے دل سے اٹھ جائے کہ بد صورت چند کلمے افسوس اور حسرت کے کہہ کر خاموش ہو جائیں یا چند کلموں پر کار و در وال سے پچھ کر ہر صاف کریں۔ بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگار کرتا ہوں۔ دیر نہ کا دیر ان کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے سب

ایسے شخص کی یادگار کرتا ہوں۔ دیر نہ کا دیر ان کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے سب

لوگوں کا فرض ہے کہ وہ ایسی کوشش کریں کہ وہ ہمیشہ ہمیں قائم اور متقی رہے اور اس کے ذریعے سے تمام قوم کے دل پر ان کی یادگار کی کاشی چلا رہے۔<sup>(۱)</sup>

ایم اسے ادا کیے کے قیام کے بعد جب وہاں دینیات کا شعبہ قائم کیا تو اس کے لیے مولانا محمد قاسم ناٹوری کے داماد مولانا عبدالغفار علی اس کے قائم ہوئے۔ اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند کی بڑی مخالفت تھی اس لیے کوشش کی گئی کہ ان کا مقصد دنیا جاسے نہ ہو بلکہ ان باتوں کو سننے سے انکار کر دیا اور بڑے اہتمام و مہارت سے مولانا عبدالغفار علی کو ایم اسے ادا کیے کی کڑھ لے آئے۔ سرسید نے اس موقع پر مولانا عبدالغفار علی کے بارے میں لکھا "وہ اس سے ہیں مولوی ملک علی صاحب کے داماد ہیں مولوی محمد قاسم صاحب کے اور ان سب سے مجھے ذاتی واقفیت ہے اور اس لیے کہ ان کی فکر کی صحبت سے مولوی عبدالغفار کی طبیعت بھی ایسی ہو گئی کہ وہ ان کو چاہتے ہیں اور بظاہر اسلام انہیں بڑا کم سے کم سمجھا۔ مولانا قاسم ناٹوری کا جس قدر احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس کو سب سے بھی ملتا ہے۔ انہوں نے اپنے دوست محمد غلام کو لکھا تھا: "اس میں اتھارہ لے کر نکلیں گے۔ اگر یہ تاب مولوی قاسم صاحب تشریف لائیں تو میری سعادت ہے۔ میں ان کی کاشی برداری کا پناہ نہیں کھوں گا۔"<sup>(۲)</sup>

سرسید نے اس طرح مولانا عبدالغفار کی قدر دانی کی اس کا اندازہ مولانا فضل علی سے ان کی ایک مرامت سے بھی ہو گا۔ مولانا شانی نے "بیوری مشعلہ" میں لکھا تھا "انہیں

(۱) حقائق سرسید حصہ ہفتم ص ۲۰۵-۲۰۸

(۲) اقدار و ملاحظات محمد لغزبہ ص ۳۹۲

(۳) عشاق حسین درتب، نائب سربراہ محمد خان (دہلی) راجہ بارو، ص ۱۰۵







۲۰

تاریخ علم سے جانا ضرور کرنا چاہیے تھا۔ زبور ان سے سچے عقلمندوں اور وفور  
 جیسے ۱۹۲۰ء کے طویل کے اجلاس پنڈ میں آپ کا بیام پڑھ کر متا گیا۔ آل انڈیا کونگرس  
 کی طرف سے آپ کو ۱۹۲۲ء کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ آل انڈیا کونگرس  
 کوٹل نے قائد اعظم کی زیر صدارت آپ کی وفات پر توجہ سے قرارداد پاس کی اس سے  
 مسلح معزوں میں مولانا کے مقام و مرتبے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک بڑے بڑے علمی کا تعلق ہے ڈاکٹر چٹاوی کی مراد شاید مولانا مدنیان  
 مدنی ہیں۔ یہ حقیقت سب کو بخوبی معلوم ہے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک خلافت  
 کے بعد سیاست کو چھوڑ دیا کہ آپ نے آپ کو ان کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ان  
 کی کسی تحریک یا تقریر سے کوئی شخص زیادہ متاثر نہیں کر سکا کہ انہوں نے کسی موقع پر کونگرس  
 یا قیام پاکستان کی مخالفت کی ہو۔ اس کے برعکس یہ ناقابل تردید حقیقت موجود ہے کہ سید  
 صاحب نے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت فرمائی بلکہ ان کے شہر اور انہیں "حصہ عظیمہ"  
 موزعہ۔ مارچ ۱۹۴۷ء میں ایک فتویٰ شائع ہوا ہے۔ یہ فتویٰ دھماکے کے کشتیوں میں مارا  
 کے استعارے کے جواب میں کہ اس مسلم لیگ کی حمایت کا ضروری ہے کہ نہیں شائع ہوا۔  
 مولانا غفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے یہ فتویٰ دیا کہ "اس وقت مسلمانوں کی  
 اور اس کی اندوہی جماعتوں سے باہر ملحدہ و دہرہ صرف مسلم لیگ کی حمایت کریں اس  
 پر یہ مسلمان مدوی کے لیے مفید و مفید ہیں۔

جہاں تک بڑے بڑے عثمانی کا تعلق ہے۔ وہ اصحاب ہی عثمانی مشہور ہیں۔ ایک  
 مولانا شہید احمد عثمانی اور دوسرے مولانا غفر احمد عثمانی۔ یہ دونوں حضرات تحریک پاکستان  
 کے سرکردہ اور سرگرم کارکن رہے ہیں۔ دونوں حضرات کے خیالات کا اندازہ ان کی تقریر

۲۱

اور تقریروں سے ہو سکتا ہے۔ مولانا غفر احمد عثمانی نے ۱۹۲۵ء کے یاقوت کاظمی کی پیش  
 میں جو اہم کردار ادا کیا اس کا اندازہ اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو یاقوت علی خان نے  
 انکیشین کی کامیابی کے بعد مولانا غفر احمد کو لکھا۔

یاقوت علی خان نے لکھا:

"میں انتہائی ضرورتوں کے باعث اس سے قبل آپ کو خط دیکھ کر کمزوری پہلی  
 کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ نے میں بڑی کامیابی عطا کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ  
 جیسے بڑوں کی جدوجہد بہت باعث برکت ثابت ہوئی۔ آپ حضرات کا اس موقع  
 پر گوشہ عزلت سے نکل کر میدان عمل میں آنا اور اس سرگرمی سے جو چہرہ کرنا بہت مؤثر  
 ثابت ہوا۔ اس کامیابی پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں خصوصاً اس مقام انتخاب سے  
 جہاں ہماری جماعت نے مجھے کھڑا کیا تھا۔ آپ کی تقریروں اور تقریروں نے اعلان کے  
 اثرات بڑی حد تک مستحکم کر دیے ہیں۔ بہر حال اس سے بھی بہت متاثر ہوا ہے۔ میں  
 اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی امید ہے کہ جنتان ملت اس امر کے بھی غامد اور کچھ  
 امید ہے کہ اس مرتبے میں آپ کو نصرت ملی جائے گی۔ اور آپ کی تحریریں "تقریریں"  
 اور مجاہدہ سرگرمیاں آتے والی منزل کی دشواریوں کو بھی مستند تک ختم کریں گی۔"

ملفوظ اور ممبر مرصعہ کے رفیق مزم میں ان دونوں حضرات نے جو جواب دئے نمایاں  
 انجام دیے۔ پچھلے اخبارات کے فائل اس کے گواہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کو ان کی  
 خدمات ہی کے پیش نظر ہی حکومت اسلامیہ کے پرمیشانی کی مرم کی ادائیگی کا اعزاز بخشا گیا۔

یاقوت علی خان نے لکھا:







کواسی قدر متعجب کروا کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ سارے ہیذبات جو ایک مسیح سے رہے ہوتے۔ ایک ایسی تحریک کی شکل میں پھوٹ پڑے جس نے بیضی میں بھلائی سلطنت کی جڑوں کو ہلانے میں وہ کردار ادا کیا جو اس سے پہلے کسی تحریک کرنے نہیں کیا۔<sup>(۱۱)</sup>

اھر چندستان میں مولانا عبدالباقی نے غرضی علی کے عہد خلافت تکمیل دی۔ ساتھ ہی  
آل انڈیا خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں آجس کا پہلا اجلاس بمقام دہلی ۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو  
مولوی اس کے فضل علی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مسلمانوں سے اپیل  
کی گئی کہ وہ بھٹائی مال کا نصف کر کے ادریش خیر بن کر کوئی حصہ نہیں لیں<sup>(۳)</sup>

ادھر اگر میں ملایا لالہ کا عاشر پیش کیا جس نے ہندو مسلم اتحاد کو قائم کرنے میں بہت مدد دی۔ بقیل گاندھی "ہندو مسلم اتحاد" کا ایسا قندشاہی آئینہ سوسال میں بھی پیلنا ہوتا" (۲۰) تحریک خلافت ہندوستان کی پہلی تحریک تھی جس میں عوام نے بے پناہ جوش و خروش سے حصہ لیا۔ چشم بیک ہندو کا تاریخ میں یہی ایک مختصر و مرصع جاس میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا۔

تحرکِ بلاغت کے دوران میں تحریک کے مقاصد کے حصول کے لیے جو طریق کار اختیار کیے گئے اور اس تحریک پر گاندھی کے چھ جانے کے سبب مولانا اثرت علی تھانوی

۱۔ اشتیاق حسین قریشی بزرگم پاکستان دہنکرت اسلام راکھی ۱۹۷۸ء میں ۳۵۳

Francis Robinson Separatism Among Indian Muslims  
(Cambridge ۱۹74) p 301.

Uma Kaura Muslims and Indian Nationalism  
(Delhi 1977) p.22.

نے قائد اعظم کو حملی جناح<sup>۱۱</sup> اور علامہ اقبال کی مانند تحریک سے علیحدگی اختیار کی۔ مولانا قاضی کو تحریک کے اغراض و مقاصد سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔ آپ نے خلافت کو اجماعی مسئلہ تسلیم کیا جس سے اختلاف ممکن نہیں۔

وہاں پہنچا تو یہاں کوہِ غلغلاہ امتِ اسلامیہ کے عقیدت مند تھے۔ ان کے پاس ہتھیاروں کا ذخیرہ بھی تھا۔ ان کے لیے ایک محفل تھا۔ وہاں اجتماع صرف کار سے تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تحریکِ خلافت میں شرکت نہ فرمائی اس سے قبل ۱۳۰۷ھ میں جبکہ عثمان کے عہدِ سرکوبی کے ایک ارادے کے مطابق یہاں سے ایک ایک ایسٹریٹ لائی تو ان کی کئی کئی چیزیں مار دی گئیں۔ جن میں ایک کھانہ تھا۔ یہاں سے ۱۳۰۷ھ میں ایک ایک تھیلہ لائی۔ اس لیے اسے اپنے تھیلے میں لے کر اپنے گھر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے تھیلے میں لائی چیزیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس لیے کہ یہاں کے ارادے غلغلاہ کے ایک ایک ایسٹریٹ لائی تھیں۔ ان کے پاس ہتھیاروں کا ذخیرہ بھی تھا۔ ان کے لیے ایک محفل تھا۔ وہاں اجتماع صرف کار سے تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تحریکِ خلافت میں شرکت نہ فرمائی اس سے قبل ۱۳۰۷ھ میں جبکہ عثمان کے عہدِ سرکوبی کے ایک ارادے کے مطابق یہاں سے ایک ایک ایسٹریٹ لائی تو ان کی کئی کئی چیزیں مار دی گئیں۔ جن میں ایک کھانہ تھا۔ یہاں سے ۱۳۰۷ھ میں ایک ایک تھیلہ لائی۔ اس لیے اسے اپنے تھیلے میں لے کر اپنے گھر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے تھیلے میں لائی چیزیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

Journal of South Asian and Middle Eastern Studies, December 1977 pp. 32-107.



اور خلافت شرح پانے پر ان کی تہق سے مخالفت کی مولانا کو اس امر پر شدید اعتراض تھا کہ ایک اسلامی متحدہ جمہور کے لیے غیر اسلامی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ مولانا کو اس امر پر سخت دکھ تھا کہ مسلمانوں نے اپنے مقصد کے حصول کے وقت شری حدود کو نہ تو ملحوظ رکھا چنانچہ ایک مجلس میں ذہاب کو "ملاہیر کوکان" منع کرنا کہتے ہیں کہیں گوندہ، مٹھریہ میں دھاکر اہل بیت پر طعن اور مومناں پرستہ منع کیا جاتا ہے چونکہ مسلمانوں نے ملاہیر شریہ کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بنا لیا ہے تو اس صورت میں اولیٰ کو کامیابی منتظر ہے اگر مجلس ہی قیام نہ کرے تو اس کو بھی اور مسلمانوں کو بھی قیام نہ دیا مسلمانوں کو بھی قیام نہ دینے کی طاقت نہیں ہوا اس لیے کہ اس لیے کہ اگر مسلمان بھی اپنے مقصد کے حصول کے لیے غیر شری تدابیر اختیار کرتے ہیں اور ان کو حکومت حاصل بھی کی تو وہ ان کے خلاف اور نہ روکی حکومت اور اس حکومت میں کیا فرق ہوگا اس لیے مولانا کا مشورہ تھا کہ جو کام بھی کیا جائے وہ شریعت میں نہ کر لیا جائے۔ (۲۰)

پھر ایک مخالفت کے دوران جندو سولہ اتحاد کو مضبوط بنانے کی غرض سے مسلمان ایک مجلس اسلامی برکات سے محکوم ہوئے، انہوں نے ہاتھ نہ ملنے پر تشفی نگاہ سے اور جسے کے کٹے شریعت سے ملنے کے بعد وہ اس کی بھی کو نہ دے دیے مگر عید منیٰ کا دن اور بھارت پر پول کی پھرتی کی۔ ام سلمہ کا انتقال کیا ایک عالم بن گئے آیات و احادیث میں گزری ہوئی مذہبی لوگوں کا کافریت پرستہ پرستہ کر کے کا اعلان کر دیا۔ ایک اور ایسے رشتہ انکشاف کیا کہ اگر قیام نہ ہوتی تو کلام بھی حق پرست تھا یہ تمام تہاں اعتراض اس امر کو ناگزیرت اپنا اور ناگزیرت سے

۱۔ "انکشافات البیہ" جلد ہفتم ص ۲۰۰

۲۔ "انکشافات البیہ" جلد ہفتم ص ۲۰۰

اس لیے آپ کے موقوفات میں بار بار ان باتوں کی مذمت ملے گی۔" مولانا تھانوی کا تیسرا اعتراض یہ تھا کہ مسلمان لیڈروں نے کلام جس کے اقوال کو بحیثیت نبیانی تھا اذہد لیس اس بات کے متذکریت تھے کہ جو بھی کلام جس کے منہ سے کوئی بات نکلے اس کو قرآن و حدیث پر تعلق نہ دیا جائے، چنانچہ اس تحریک کے دوران بھی نے جو بھی کلام پر پیش کیا، ان کو ہم ملانے ان کو قرآن و حدیث پر تعلق کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے آپ بار بار ایسے لوگوں کی عقل پر اظہارِ نفوس کرتے کہ "جو کلام بھی کے منہ سے نکل جائے فوراً اس کو قرآن و حدیث پر تعلق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تحریک میں کوئی چیز نئی لائی نہیں جو کسی مسلمان یا عالم کی تجویز ہو۔ دیکھئے ہم یہاں کو بھی کی تجویز، یا نہایت گامی کی تجویز، گھر گامی کی تجویز، جنت کا منہ گامی کی تجویز کو ہم تجویزیں اس کی ہیں، ان کا ہم صرف یہ ہے کہ اس نے جو کہا ایک سو کہ اس کے خلاف ہو گئے کچھ تو قیامت آئی جائیے، ایسے دلائل نے اسلام کو سخت دبا دیا ہے، سخت حد سے سخت نفوس ہے اس کی باتوں کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔"

اس خطے میں ایک گمراہ فرقہ کا دفتر تان کر رہے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس وقت مسلمانوں کو تو دین کی پرواہ بھی دشمن اسلام کی طرف توجہ نہیں دیا ایک ہی بات کی ہوشیاری کہ گامی کے منہ سے جرات نکل جائے اس کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے یہاں تک کہ یہاں پر اس کی ایک دہا ہر ایک متاثر ہے کہ اگر کوئی کہے ہیں کہ مسلمان

۱۔ "انکشافات البیہ" جلد ہفتم ص ۲۰۰

۲۔ "انکشافات البیہ" جلد اول ص ۲۰۰



ہی کیا کر بندہ اذان نہ ہونے میں گئے تو کیا پلا اذان نہ رہیں ہر سق۔ کہتے ہیں کو گائے کی قربانی نہ کر دیں گے تو کیا ہر سق کی قربانی نہیں ہر سق کیا گائے کی قربانی واجب ہے۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مولانا تھانوی نے اس طرح پھر پھر سے دیکھ اور سچ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مقصد کے بیان میں ایک بات باقی رہ گئی۔ اگر وہ یہ بھی کہہ دیتا تو کوئی ٹھٹھری باقی درجہ کار کہہ نہ دیتے تھے اسلام اور ایمان پر زندہ رہنے دیا تو کیا پھر ایمان اور اسلام کے زندہ درجوں کے وہی وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے دوست نہیں ہیں۔ اس پر ہم سے کوئی چھٹکا کر جب شکار اسلام کو چھوڑنے کی مسلمانوں کو توفیق دے رہا ہے تو چھوڑ کر زندوں کی میں منہب اور جاہلیہ سیاست ہی قبول کر لے۔ اچھی شکار اسلام اور اسلام کو چھوڑنا ہی سب سے قاسم میں کیا بندہ کیا اگر یہ کلمہ ہی محبوب دنیا بندہ سے زیادہ اگر زیادہ سے پاس ہے۔<sup>۱۱</sup>

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ ہندو مسلم اتحاد کے چش میں کچھ مسلمانوں نے شہرِ مصعب ہندو لیڈر شری رھانہ زین سے آگے چل کر مسلمانوں کے خلاف شیعہ کی تحریک چلائی اور مسعودی میں ملے جا کر اس کا دھڑکرایا مولانا تھانوی اس واقعہ پر سخت حد پہنچا اور آپ نے مسلمانوں کو شرم دلانی کہ وہ یہ حرکت کر کے نہ رسول کی سنت سے برحق کے ترک ہو سکتے ہیں۔

تحریک خلافت کے دوران ہندوستان دونوں مختلف مجلسوں اور مجلسوں کے دوران اپنی بیحدوں کی وجہ سے بولا کہ تھے۔ مولانا تھانوی کے نزدیک مسلمانوں کا یہ فعل بھی شرعی تھوڑا گھٹ سے قابل اعتراض تھا کیونکہ لفظ ہے شکار تو تھا اس لیے مولانا کے نزدیک

۱- اذان خلافت العیسٰی علیہ السلام ص ۸۶

مسلمانوں کا شکار تو ظہار کرنا کسی بھی حالت میں مستحق قتل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ آپ نے تحریک کے حامی ایک صاحب سے یہ چپکارا آپ نے کیوں بولتے ہیں؟ انہوں نے کہا اس میں مرجع کی بات ہے۔ جسے کہنے میں منع ہے ہیں۔ اس پر مولانا تھانوی نے فرمایا کہ تم رام رام کہیں نہیں کہتے۔ میرا مرجع رام رام کہنا شکار تو جس سے ہے اس طرح جسے کہنا بھی شکار تو جس سے ہے۔<sup>۱۲</sup>

تحریک خلافت میں مسلمانوں کا جوش ان کے جوش پر غائب ہو گیا تھا اس لیے ان سے بعض ایسی حرکات سرزد ہوئیں جو اسلام کے بالکل منافی تھیں۔ مولانا تھانوی کا مسلمانوں کو شہرہ تھا کہ کام جوش سے نہیں جوش سے کیے جائیں اور تمام امور و احکام دیتے وقت اس امر کو پیش نظر رکھا جائے کہ ”ہمارا یہ کام اسلام کے احکام سے تضاد میں نہیں“ مولانا کو تحریک خلافت کے قائدین اور شرکاء سے بھی گواہ کیا کہ انہوں نے اس بنیادی اصول کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس نکتہ پر غور کرتے ہوئے آپ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ”یہ مسلمان بھی جیسے چیزیں یہاں کوئی نئی بات لے کر کھڑا ہوا تو ایک کہہ کر اس کے ساتھ برہیٹے ہیں۔ دوست نہیں کیونکہ ان کی شناخت ہی نہیں۔ اس کی پرچہ کر ہمارا کام اٹھا اور اس کے مولیٰ کے انکلام کے منافی تو نہیں۔ مسلمانوں کو کسی کام سے کہہ کر سے پہلے یہ معلوم کر لے کی ضرورت ہے کہ اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ تب آگے قدم بڑھا چاہیے۔ یہ پڑی ہوئی طرح مناسب نہیں“ ایک اور سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ”اصل کے وقت ہر کام کو جوش سے کام لے کر جوش کا انجام مطلوب

۱- اذان خلافت العیسٰی علیہ السلام ص ۸۸

۲- اذان خلافت العیسٰی علیہ السلام ص ۸۹



ہوگا۔ حدود شریعی کی مخالفت کرو۔ حدود صحابہ قرعین بن قتال کے وقت بھی حدود شریعی کی مخالفت اور رعایت فرماتے تھے۔<sup>۱۱</sup> مولانا اس سلسلے میں مثال دیا کرتے تھے کہ چوش کے جس قدر کام ہوتے ہیں پانچ سو برس سے ہیں اور کچھ دن میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس حج کا مقررہ عمرہ کے ساتھ ہر گیارہ سال کا کام آجے جاتے ہیں وہ کھو اور باقی رہ جاتے ہیں۔ دیکھئے نیزہ ریش سے پیداوار نہیں ہوتی مگر بڑی سے بچتی خوب لمبی رہتی ہے۔<sup>۱۲</sup>

مولانا اپنے اصول کی سختی سے پابندی کرتے اور دوسروں سے کہنے کے لیے چہرہ تھپتھپاتے۔ اسی لیے تحریک خلافت سے متعلق ہر اس کے بارے میں آپ کا یہی خیال تھا کہ ہر کام تادم سے اور اصول کے تحت کیا جائے اور اگر ہر کام تادم سے سے کیا جائے حدود شریعی کا خلاف نہ کیا جائے تو چھ برس سے قصہ کے اصول کی خاطر جان بھی قربانی کی جا سکتی ہے لیکن ان دونوں باتوں کی طرح دلی کی تحریک میں شرکت کا سوال خارج از بحث تھا۔ اس لیے جو لوگ آپ کی تحریک خلافت میں حصہ کر لیتے اور امن کیا کرتے تھے۔ آپ انہیں بھی جواب دیتے کہ اگر قربانی واقعت کی جائے تو ایمان بچتا ہے کہ اس میں حدود شریعت کا تعطل نہیں اگر مخالفت کی جائے تو جان جاسکتے ہیں۔ اس لیے کہ مخالفت کی مخالفت نہیں ہے اور ایمان اور جان ایسی سستی چیزیں نہیں ہیں کہ دونوں کو نقص سے میں ڈال دوں۔ جان جلد کی دوا میں دینے سے لگا نہیں مگر اصول اور قاعدہ کے ساتھ ہر اگر اصول اور قاعدہ سے کے ساتھ ہر کوئی کسی ایک یا کچھ دن میں جانیں قربانی ہیں۔<sup>۱۳</sup>

۱۔ "کافی گوشتی" مہمات، اشرافیہ، دارالکتاب، ۱۳۵۲ھ، ص ۵۲

۲۔ ابراہیم خلی "اصول دار" بارہ بجی، ۱۳۵۲ھ، ص ۱۵

۳۔ "الانکشافات البزیر" ج ۱، ص ۶۵

۳۱۱

**ہندوؤں کے متعلق مولانا قاضی کے خیالات**

مولانا قاضی کے نزدیک ہندو مسلمانوں کے اول درجہ دشمن تھے۔ آپ کے مفہومات میں ہندو ایک نسل ہندوؤں کا ذکر کیا ہے آپ نے ان کے لیے نہایت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مولانا قاضی کو اس بات پر ہندوؤں سے نہایت گوارہ نگاہ تھا کہ انہوں نے عیسائی کی جنگ آزادی مسلمانوں کے شہداء و شہداء کی اور وہ بھی اس بار کے شریک تھے۔ گنگا گنگا کی کے خلیفہ پر وہ دعوت اگر بدول سے مل گئے کہ انہوں نے مسلمانوں کی قبروں کو کسے انیس چالیسی پڑھوا دیا۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ یہ قوم زمیندار، بنابریت احسان فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس سے بہت بڑا چاہیے کہ اگر بدول کی قدرت کے سلسلے میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر کیا وہ ظاہر ہے۔ دیکھو قدر سب کے شریعت سے شروع ہوا ہے لیکن ہمارے اس پر حال کرنا وہ دبا دیا۔ بڑے بڑے کس اور غائب ان کی (ہندوؤں) بدولت ختم ہر مزار کو گئے پھر تحریک انگریزوں نے کیا۔ بڑی بڑی قزاقان بن کر اس کا ہوشی سے ملتے سے اور ان کے دین کے واقعات اس کے شہداء ہیں کہ ہر گنگا گنگا کی یاد میں بھی پڑھائی کرنا۔ ان باتوں کے بعد دیکھو ہمیں ہم ہم اور بچے گنگا کی دوست کھراں ان باتوں میں کہتے ہیں۔<sup>۱۴</sup>

ایک اور مجلس میں ہندوؤں کے اس فرض کے متعلق فرمایا کہ ہندوؤں کی قوم ناپاک نہیں ان کے دھرم سے دھرم کا حق نہیں۔ ہندو مسلمان اور ہندوؤں کے اقلیتی سے برحقا گروہیت وقت ان کا تعلق نہایت کے لئے ہندوؤں کو کھڑے ہو گئے اور مجرمان کر بزرگ بن کر مسلمانوں کو کھڑا کر دیا۔ انگریزوں سے اگر دشمنی کی بنا پر سچے اسلام کے دشمن ہیں تو ہندوؤں سے زیادہ مسلمانوں اور اسلام کے دشمن ہیں۔<sup>۱۵</sup>

۱۔ "انکشافات البزیر" ج ۱، ص ۵۴

۲۔ "انکشافات البزیر" ج ۱، ص ۵۴



ہندوؤں کے اس کارنامے کو دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا، مجھے کچھ گندہ گڑھ پڑے  
 زیادہ اطلاع رکھنے والے اس وقت کے مشہور مولانا کوکھٹ پران بتاتے ہیں کہ اگرچہ  
 انگریزوں نے ہندوؤں کو ختم کرنے میں مثال کے طور پر مسلمان گروہ کی مدد کی تو بہت اگے  
 جیسے جیسے ہندو مت پر حملے کا سلسلہ آگے بڑھا گیا تو ان کے عقیدے کا دورہ اور ان کے مخالف  
 کارکنوں سے دور کرنے کے لئے ایک مرتبہ فریڈرک ہیلن حضرت علیؑ کے لئے ایک کارخانے  
 کا افتتاح فرمایا جس میں بنے ہوئے کپڑے کا ایک چھوٹا سا گروہ رکھا گیا کہ وہ اس  
 کارخانے سے ملاوکیاں خریدیں۔ دوسری مرتبہ بہت سی مسلمان بچے اس لئے  
 ان کے اندر سے ان کی خریدی ہوئی کپڑوں کا ایک کپڑے کے لئے زیادہ دوسری مسلمانوں اور  
 مولانا کی خدمت میں گئے۔

مولانا حجازی تمام کارناموں سے تشبیہ دیا کرتے تھے اور اس میں منیہ اور کمال کے  
تینہ زوہدیں رکھتے تھے کہ آپ کے رائے کو قوی کر دے سانپ سے زیادہ ذہین اور لاگ  
تو کمال بہتر ہے۔ اس لیے اگر کوئی سانپ کو گھر سے نکال دیا جائے تو کال تو ڈرنے  
کو مجبور ہے۔ اور میں کا کھانا مزہ دہانی شکل ہے۔<sup>۱۹</sup>

مولانا قاضی ہندوؤں کے اس وجہ سے مخالفت تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تھا۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ میں کبھی نہ کہہ سکتا ہوں کہ جو غلط ہے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ ہندو ہزاروں عاقلین ضائع ہوئے۔ ہجرت کا جتن بڑھایا۔ کھلم کھلا مسلمانوں کو عیب جلانے کی آواز اٹھائی۔ قربانی کا فائدہ

١- "الإفاضات اليمينية" عبد الحليم ٢٣٢  
٢- "الإفاضات اليمينية" عبد الحليم ١٩٤

اہل بیت سے متبادل یا بہر گلاں کے ساتھ شرفین کے جانی گمان میں، والد ماجد صاحبنا  
 کی سب بیڑوں کے شرفین میں اہل ذیابا کے ساتھ تھے کوئی سب کام کر بیٹھے ہیں تمام  
 سیرت مبارکہ کے شرفین میں اس گورے کے لئے کی تھیں۔ ان کا اس امر پر یہیت  
 کا اظہار کیا ہے، ہندوستان میں وہ خود ہیں جو میں پھر کیا ہے کیا ہے کسی قسم سے  
 اس قدر بھی کہ دوسری قسم سے کہیں ایک آدمی میں وہاں کا کہیں کوئی شرفین  
 کی جامع کیا ہے بعض دوسری قسم سے کہیں کوئی شرفین کے لئے ہیں کوئی شرفین  
 صرف ہے کیا ہے خاستہ ہے دوسری قسم سے کہیں کوئی شرفین کے لئے ہیں کوئی شرفین  
 ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہندوستان پر اسے جو خطا مل کر تھے تھے  
 مولانا نے اس پر کاشچہ شیخ و غصب کا اظہار کیا، کہ جس میں کوئی شرفین گورے  
 مسلمان خطا مل کر تھے شرفین کے لئے تھا کہ جس میں کوئی شرفین کے لئے تھا کہ جس  
 میں کوئی گورے میں کوئی شرفین کے لئے تھا کہ جس میں کوئی شرفین کے لئے تھا کہ جس  
 مولانا کے لئے کیا ہے ان کی سب کوئی آدمی کوئی شرفین کے لئے تھا کہ جس میں کوئی شرفین  
 موجود تھا کہ جس میں کوئی شرفین کے لئے تھا کہ جس میں کوئی شرفین کے لئے تھا کہ جس  
 کے ضمن میں وہ ہیں کی شرفین کے لئے تھا کہ جس میں کوئی شرفین کے لئے تھا کہ جس

- ۱- الاناضات الخيرية جلد پنجم ص ۱۵۰  
۲- ایضاً ص ۱۶۴  
۳- ایضاً ص ۳۵۶  
۴- الاناضات الخيرية جلد دوم ص ۳۰۲  
۵- الاناضات الخيرية جلد چهارم ص ۳۲۲

٢- "الانقاضات اليومية" جلد ششم ١٩٤







معلوم تھے گوں کے ایمان خراب ہوئے اور جمال کیا کرے گا وہ بھی ہی کرے گا۔<sup>(۱)</sup>  
ایک عورت نے چند دسرا بچاؤ کے جوش میں اگر کہا کہ اگر تم بہت عزم نہ ہو تو کچھ دین  
سستی نہ تھی اس فقر کی اس پر وہ سرائی پتھر کو کہتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سرت  
ہے کہ ایسا کم فہم ہی ہوتا۔ اگر ایسا ہیہ ہوتا تو پہلے آفریت پہ ایمان لے لیا<sup>(۲)</sup>  
جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مولانا تھانوی کی رشتے میں تحریک خلافت کے دوران  
جتنی تہا پر سامنے آئیں وہ تمام گراہی کی سبب کا نتیجہ تھیں۔ مولانا کو مسلمانوں کے اس  
طرز فکر و عمل پر سخت افسوس تھا کہ گراہی جیسے کسی نئی کیم پیش کرتا ہے۔ مسلمان  
کے لیڈر اس کو قرآن و حدیث پر پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ ہر  
گراہی کے منہ سے کچھ جانتے اس کو قرآن و حدیث میں غور کرنا ان کا کام ہے۔ دیکھ لیجئے  
آپنا زنا و گراہی ہے کہ گراہی نے کوئی نئی سکیم کا اعلان نہیں کیا۔ مسلمانوں میں اب  
وہی نئی سکیم کی خبریں ہو گئی ہیں کہ مسلمانوں کو قرآن و حدیث میں نوا کرتے گئے گی۔<sup>(۳)</sup>  
تحریک خلافت کے دوران مولانا تھانوی سے یہ سوال بار بار کیا کہ مسلمانوں کی  
کی اور صلہ و جہیز کیوں کر دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے تھے کہ جی چکر  
دنیا کی رحمت دے رہا ہے اس لیے دنیا کے بھاری اس کے ساتھ ہیں، ایک مرتبہ ایک  
شخص نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ کیا مسلمانوں میں کوئی قسم کا مادی میسائسٹن ان  
بچوں کو گنگ اس کی پیروی کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ ذرا غور و فکر سے کام لیتے

- ۱۔ انفاضات الیومہ، مجلد سوم ۳۹۲
- ۲۔ انفاضات الیومہ، مجلد چہارم ۳۹۸
- ۳۔ انفاضات الیومہ، مجلد اول ۴۰

قریب سوال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی کہ یقین ہو کہ یقین ہے کہ مسلمانوں میں  
ایک نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں گراہی جیسے نہیں بلکہ اس سے کہیں زائد معلوم ہوئے  
ہیں کہ یقین اگر مسلمان ان کی پیروی نہ کریں تو ان کی کیا خطا ہے؟<sup>(۱)</sup>  
ایک مصنف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بارے میں ایک کتاب  
لکھی جس میں لکھا کہ انبیاء کی کامیابی کا لازمی تھا کہ ان میں استقلال تھا اور اس کی زعمہ نظیر  
گراہی۔ مروجہ ہے۔ مولانا تھانوی نے مصنف کے اس جملے پر سخت گرفت کرتے ہوئے  
فرمایا "نمودار سرت بری پرتاب اور ہی کو ایک کتاب بدعت سے تشبیہ"  
مولانا تھانوی کے نزدیک یہ بات ناقابلِ فہم ہی پر مشتمل ہے اس کے سوال کا جواب  
ہو کہ توحید کا منکر ہو کر اس طرح مسلمانوں اور اسلام کا بعد رہے خواہ اور دست ہو سکتا ہے  
آپ نے فرمایا "میں نے اسی لیے قیام تحریک کے نام لے کر کہا کہ بدعت تھا کہ شخص  
توحید اور رسالت کا منکر ہو وہ اسلام اور مسلمانوں کا کسی غیر خواہ اور بعد رہے پرمیوی بھی  
میں نہیں آتا۔ اب دیکھو مسلمانوں کے ساتھ اس کی خبر نہ لای اور وہ مسلمانوں کو حکومت کے  
انگے کر دیا اور اور شیعہ کا مستند جاری کر دیا پھر اس ہر طرف سے مسلمانوں کے جان مال  
ایمان، جان و مال، زرا زمین اور مال صلب کا مالک اپنی قوم کو بنا دیا جاتے ہیں؟"  
ایک اور مسلمان کا دعویٰ ہے کہ متعلق فرمایا کہ ایک صاحب اس دھوکے میں مبتلا تھے کہ  
انہوں نے خلافت گراہی (مادی) قریب کا ناقابلِ ہے اور رسالت کے متعلق یہی اس سے منکر ہوئی

- ۱۔ اسعد الابرار ۱۳۲
- ۲۔ انفاضات الیومہ، مجلد چہارم ۳۹۳
- ۳۔ انفاضات الیومہ، مجلد پنجم ۴۹



تو اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ محمد رسول اللہ اللہ کے رسول تھے۔ میں نے کہا کہ ایک تو جانتا ہے اور ایک دانتا ہے۔ نہ سنے جانے سے کیا بڑا سہاگے سامنے سے بڑا ہے۔ جانتا تو ایسا ہے کہ جیسے قہر میں جانتا تھا کہ جارج چم پاؤں سے پھر جارج سے لڑا کیوں کیا جانتا کافی ہے۔ جارج کے دل سے پھر کہ قہر کیلئے ہے اور قہر کے دل سے پھر کہ جارج کیلئے ہے۔ معلوم ہوا ہے گا۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ کہ بھی کا جانتا لڑا کیلئے اگر وہ قہر کا قاتل ہے جسے رسول اللہ کا دانتا ہے تو قبول اسلام کا اعلان کیوں نہیں کرنا نہ کہ کیوں نہیں چھٹا۔ قرآنی کا کیوں نہیں کرتا؟<sup>(۱)</sup>

ایک اور مجلس میں گا رہی تھے شوق فرمایا "اس نے میں ایک طاقت ہے عقل تو اس کے چکر کیوں نہیں گئی۔ سارے کاس میں خود دنا کا خود دیا ہے اور مسلمانوں کی قبولیت اس کے کہہ کر فریب میں گئی اور اس کو اسلام اور مسلمانوں کا غیر قرار دیا۔ جیسا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہے۔ محتارہ واقعات سے اللہ تعالیٰ نے اس کی کئی کوششیں باہر کر دی ہے۔ اور لوگوں کو واقعی یقین آگیا ہے کہ واقعی نبوت و نبوت مکا اور جلال شمس ہے۔ یقین ہے کہ اب بھی ملے گی جیج ہو گئی ہے کہ لوگ اس کے کہہ کر فریب سے آگاہ ہو گئے۔ اب خدا معلوم کس فتح میں ہے۔ شاید کوئی اور دوپہاں کر مسلمانوں کے سامنے آئے جسے بھی یقین نام نہ آئے ہے۔ ایک یا خود شک نہ کرنا ہے۔"<sup>(۲)</sup>

۱۔ افادات الہیہ جلد پنجم ۱۴۰۲ھ ۲۔ افادات الہیہ جلد ششم ۱۰۹  
 کہی کی اس کم فنی پاسی کے متعلق ان کے ایک کے لیڈر این نال نے خود بیان کیا تھا  
 کا انہی کے انہوں نے ان کو درشت راج میں لکھا کہ وہی کی ہر مسلمانوں پر چالیں لگائے۔ اور  
 مسلمانوں کو قوت بنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کا گھر نہیں سے لے کر ہر گھر۔

## ہندو مسلم اتحاد مولانا تھانوی کی نظر میں

تھانوی کی خلافت کے دوران میں ہندو مسلم اتحاد کے ماضی مظاہر نے دیکھنے میں آئے تھے۔ چونکہ مولانا تھانوی کی ہندوؤں اور گاندھی کے متعلق متغیر رہنے لگی کہ مکرّم کے دوست اور ہندوؤں میں بھگتے لانا آپ کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کی تاریخ کا سوال خارج از بحث تھا۔ اس لیے آپ نے تباہی کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کے فوٹو کی بہت فرمائی۔ مولانا کی رائے میں اگر مسلمان خود اپنی اصلاح کریں۔ مذہب کا ان کی طبیعت سے تمام لیں تو پھر ان کو کسی سے امداد یا کسی سے اتحاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس کے متعلق ایک مرتبہ ایک مجلس میں فرمایا کہ مسلمانوں کی شان اس کے باطل خلاف ہے کہ وہ درستی تو ان کی دشمنی اختیار کریں۔ یا ان کی تاریخ کو خود برقی باتیں مانیں سے کسی قوم کی مدد کے خواہاں ہوں۔ برقی نبوت کی بات ہے ان کو اللہ تعالیٰ پر بھی رسد کھانا چاہیے۔ مژدہ تلایہ کر اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے صلف کے کا ناموں کو بکیش نظر کرنا چاہیے۔<sup>(۱)</sup> ایک اور مجلس میں فرمایا کہ کوئی انگریزوں میں گھٹتا ہے کہ ان کے پاس ہادی اطلاع و بہرہ کے ساتھ کیا ان کا سالیانہ ان کی کسی مل چال ان کی معاشرت اختیار کرنا ہے۔ کوئی ہندوؤں کی فلاح میں جاگتا ہے کہ ان کے ساتھ رہتے ہیں ہادی فلاح و بہرہ ہے۔ ان کے ساتھ شریک ہو کر حکومت اسلام کیسے کو پامال کر کے تیار ہوجاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی کتب کو قرآن کریم کو تیار ہوجاتے ہیں۔ مگر یہ کہہ کر کہ وہ ہندوؤں کے کچھ دانا زنگیوں کے کچھ دانا<sup>(۲)</sup>

۱۔ افادات الہیہ جلد پنجم ۴۹-۲۰۰ ۲۔ افادات الہیہ جلد پنجم ۳۸



مولانا تھانوی کے نزدیک ہندو مسلم اتحاد صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتا تھا کہ دونوں قریں اعداء میں مساوی اہدایہ ہوں۔ ایک مذہبی صاحب نے اس خطبہ پر آپ سے ایک سوال کیا کہ ہندو مسلم ہم کام رکھیں وہوں بگیا بھی مساوات ہو گیا اس وقت ہندوؤں کے ساتھ دل کا کام چلا سکتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تو اعدائے کجاش تو مسلم ہو تو یہ گمراہ وقت بھر کے کی بنیاد پر دیکھا جائے گا کہ کس پیشہ رک میں کس کا فتنہ ہے اور کس کا نقصان ہے۔ اگر مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمیوں میں محکومت آجھی جائے اور تیسری قوم بے قول ہو جائے تو کیا باقی تب بھی ہندوؤں کی ہوگی مسلمانوں کی دھچکی ہوگے ترکیب کے خلاف سے اور دوسرے ان کی کثرت کی بنا پر تیسرے ان کے مخالف حالات پر نظر کر کے۔ اور عقل پر حقہ حکومت عادل کا ہے۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں یہ احتمال ہے ہی نہیں کہ عدل ہو۔ جیسا کہ ہندوؤں کی کارگزاری سے اس وقت تک سماج پر ہے کہ وہ کھانوں کو ہندوستان سے شامہ پلہ پیتے ہیں۔ یہ اپنے دل مذاق سے باز نہیں گئے اس کا نتیجہ خوں ریزی اور فساد ہے۔<sup>(۱)</sup>

تحریک خلافت کے دوران مسلمانوں میں اندازیں کا دعویٰ کی پیروی کر رہے تھے مولانا کے نزدیک وہ ہندوؤں کا آلہ بننا تھا کہ ہندو مسلم اتحاد کی کوئی صورت ہی چاہے کہ مسلمانوں میں ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "معتدب ہندوؤں نے مسلمانوں کو قریب تر یہ مضمحل بنا رکھا ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ اتحاد ہر مزایع ختم ہے۔ اتحاد تو اس وقت ہوتا ہے جب دونوں قریں مساوی ہوں۔ خدا معلوم مسلمان ہندوؤں کے اس قدر گرویدہ ہوں ہو گئے ہیں کہ ان قریوں میں گذشتہ واقعات ہیں وہ بھی اس قدر برا عقیدہ ہیں

۱۔ انا تھانوی علیہ السلام ص ۳۱۸-۳۲۰

کر سکتے مگر آج کل کے فوجان اس توہم کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ان کی دوستی کا نتیجہ مسلمانوں کے لیے خوفناک ہوگا۔<sup>(۲)</sup>

### تشریفاتی کاؤ

تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنانے کے لیے قربانی کاؤ کا سوال خاص طور سے زیر بحث لگایا گیا تھا۔ چند مسلمان لیڈروں اور غیر مسلم مخالفین نے قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ثبوت کے لیے کوشش کی کہ کائنات کی قربانی ضروری نہیں ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر مسلمان کا کھانے بھانے بھیڑ کر قربانی کیا کریں۔ چنانچہ جمہور العلماء ہند کے لکھنؤ کے اجلاس میں ایک صاحب مذہبی تاثر ادا ہوا ہے کہ قرارداد پیش کی کہ کیا کہ شہر کا کھانے میں ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے گائے کی بھانے بھیڑ کر قربانی دی جائے۔<sup>(۳)</sup> "اور غیر معتدبہ بے سیکر" گاہی کے نزدیک "گاہر کشا" کا سوال ہندوؤں کے نزدیک بڑی مذہبی اہمیت رکھتا تھا۔ چونکہ مولانا تھانوی ہندو مسلم اتحاد کے موضوع میں یقین نہیں رکھتے تھے اور گائے کی قربانی کو شکار اسلام میں شمار کرتے تھے اس لیے وہ اصل ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے کسی بھی شہر اسلام کو کھیرانے کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے۔ ایک مجلس میں قربانی کاؤ کے مسئلہ پر فرمایا کہ اگر کسی کی رائے یہ ہو کہ مسلمان کا کھانے بھیڑیں تو چونکہ اس رائے کی وجہ محبت کو یہ کہنا چاہیے ہے اس لیے خوب غور کے ساتھ میں جائزہ لگائی سماج سمجھ جائے کہ جسے اس رائے کو درست کیا ہے

۱۔ انا تھانوی علیہ السلام ص ۳۱۸-۳۲۰

۲۔ انا تھانوی علیہ السلام ص ۳۱۸-۳۲۰







فرمایا ہے کہ جن کا ذوق نے دین کے معاملے میں تم سے قائل کیا ہے تم کو اپنے دکان سے نکال دیا ہے اور تمہارے اخراج میں مدد دی ان سے دوستی اور باہمی امداد سے قدامت کو روکتا ہے اور چونکہ ایسے کفار سے ممالک نہیں دوسب ظالم ہیں، جو مسلمان باوجود واقفیت اس مسئلہ کے ان سے ممالک رکھے نہت گناہ پر گناہ گرو نہشت بہت نہ کی کوششوں کی میری پیشہ دکان سے حق کا رہی دین و سرکاری یا غیر سرکاری سکولوں کی تعلیم حاصل کرنا یا بچوں کو تعلیم دلوانا گرفت سے تعلیم میں مدد لینا۔ آخر یہی میری قبول کرنا خطابات قبول کرنا یہ ساری چیزیں ممالک میں داخل ہیں۔<sup>(۱)</sup>

چنانچہ چند رشتائی مسلمانوں نے اس فتویٰ کی پیروی میں سرکاری ملازمین کو ترک کر دیا اور اذات دیکھ کر میرے مسلمان علماء نے سرکاری امداد سے پھینکے والے سکولوں اور کالجوں کا پانچکٹ کیا۔

تحریک خلافت کے سلسلے میں مولانا تھانوی کا خیال یہ تھا کہ خلافت ترک نہیں کرنی چاہیے، اس سے طرح طرح کی ہیشیا نیاں اور مشکلات پیدا ہوں گی۔ اور مسلم نہیں انسان بن رہا نہیں اور مشکلات کا تھوڑا کر سکتا ہے یا نہیں؟<sup>(۲)</sup>

مولانا کی دہلے میں اگر کوئی شخص ایسی خلافت کر رہا ہے تو ناجائز خلافت کے ذمے میں آتی ہے تو اس کو کس ملت کو یہی چھوڑنی نہیں چاہیے، بلکہ سی اور دیگر پیش کی فکر میں رہے اور کوئی حال ذریعہ معاش یہ نہ آجائے تو ناجائز کوکری فردا چھوڑ دے کیونکہ ناجائز کوکری میں تو ایسا ہی ہاں، مبتلا ہے جب کوکری چھوڑے گا تو سیکولوں

۱۔ تفتیشیہ علمائے ہند، مفتی امجدی، تہذیب و تمدن، ص ۲۹

۲۔ الانکشافات، ایرمیر، جلد ہفتم، ص ۲۱

جلاؤں میں مبتلا ہو جائے گا۔<sup>(۱)</sup>

مولانا تھانوی سے تحریک کے دوران میں یہ فتویٰ جھپ گیا گیا کہ "آیا ناجائز کوکریاں چھوڑ دی جائیں چاہے ذرائع معاش کے فقدان سے تنگی ہی کیوں نہ ہو، مولانا نے جواب میں فرمایا کہ "یہ تھانوی ہیں اوقات تحریک واجب ہے کبھی جانا ہے شکامی کے پاس، چوڑ ہانا ناجائز کوکری کے یا غلام تجارت کے دوسرا ذریعہ معاش نہیں اور اسے حقوق اہل عمیال کے لیے اس پر آکتابا، واجب ہے تو اس معاملہ سے اس واجب کا ترک لازم آتا ہے اور ترک واجب موجب معصیت ہے۔<sup>(۲)</sup>

جب سب عالموں نے ترک ممالک کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے سرکاری ملازمین چھوڑ دی شروع میں فرزندوں نے ایسی ملازمتوں کو کرنا شروع کر دیا اس سے سکولوں کو سخت معاشی پریشانیاں کا سامنا کرنا پڑا، اس بنا پر علماء تھانوی نے تحریک خلافت کو ناجائز فرمایا اور ایسے لوگوں کو کہ قیوم اور مکمل قرار دیا۔<sup>(۳)</sup> ایک سرکاری ملازم نہیں نے ترک ممالک کی حمایت میں خلافت سے اشتیاق دے دیا تھا مولانا کو ایک خط لکھ کر فرمایا، جی، معاشی مشکلات سے آگاہ کیا، اس پر مولانا نے فرمایا کہ یہ صاحب سرکاری ملازم تھے، اس تحریک کے سبب تنگی ہو گئے، خلافت تلاش کرتے ہیں، کھینچتے ہیں، پریشان ہیں، دین دین اور دنیا دونوں غراب ہو گئے، اس کا غم اس کی وجہ سے پیش پریشان ہے؟<sup>(۴)</sup>

۱۔ کلمات اسعد، ج ۳، ص ۲۲۳

۲۔ انکشافات، اخراجی در مسائل سیاسی، ص ۲۹، ۲۸ (دیکھو ص ۱۳۵)

۳۔ الانکشافات، ایرمیر، جلد اول، ص ۹۱

۴۔ الانکشافات، ایرمیر، جلد چہارم، ص ۱۸۰



ترک مرادات کو ترترتا تھے کہے لیے ہیرک جڑاںل مہموں اور اجتماع ہضو کے نتیجے  
اقتیابیکے گئے مولانا قادی نے ان نام اور کے متعلق بھی اپنی رائے کا واضح طور پر اظہار فرمایا  
آپ نے ایک صاحب کے دریافت کرنے پر ہیرک جڑاںل کو خوش اور ہمروت کام دیا۔  
اوسے میں فرمایا کہ آج کل بہادری کی ایک ہی قسم نکلی ہے ہاکمنا، ذلیل ہونا، ہیرک  
جڑاںل کا بے سب کچھ اس لیے ہے کہ حکومت مل جائے، ایسے کم و صلوگوں کو حکومت  
کا کام بھی نہیں لینا چاہیے<sup>(۱)</sup>

ہوگا اپنے آپ کو گڑھی کے لیے پیش کرتے ان کے متعلق ایک صاحب نے  
مولانا کی مجلس میں کہا کہ جو لوگ اس تحریک میں کام کرتے ہیں وہ گرفتاری کا اپنے لیے ہمت  
فرماتے جیسے ہیں اس پر مولانا قادی نے فرمایا کہ جی ہاں یہ جتنا ایسا ہی ہے کہ جیسے  
ایک سرحدی ہندوستان آیا اور شہر میں کسی صوفی کی مکان سے ملو اٹھا کر لیا گیا اس پر جسے  
پڑکر پریس کے واسطے کر دیا گیا۔ حاکم نے دیکھا کہ وہ دوسرے اور حرکت بھی مولیٰ کی ہے  
نعم دیکھ اس گلہ ہے رہو کہ اگر لوگوں کو کوئی بھانے والی چیز دے کر مارے شہر گشت  
کر دیا جائے، ایسا ہی کیا گیا جب یہ سرحدی دکن واپس پہنچا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آنا  
ہندوستان رفتہ ہوئی اس گلہ کا سبب است، تو یہ سرحدی کہتا ہے ہندوستان ملک خوب  
است طوع و عدل منت است، سواری فرمنت است، فرج عطلان منت است، دہم  
منت است، عرض کریں تو دراسب ان کی زنت کے منع کئے گئے تھے اس کے انہوں  
نے اپنے لیے ہمت، عزت و فخر کھار بھی عانت آج کل کے لوگوں کی ہے، خدا معلوم

۱۔ انانکانت ایریزیر جلد چہارم ص ۵۰۱

۲۔ انانکانت ایریزیر جلد سوم ص ۱۲۵

کہ ان کی عقلوں کو کیا برا ہے۔<sup>(۱)</sup>

### تحریک ہیرک جڑاںل یا مولانا قادی کی رائے

تحریک خلافت کے دوران مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباقی قادیانی نے  
سے ہجرت کے قادیانی ہماری گئے گئے۔ اس سے پیشتر مولانا محمد علی اور شوکت علی نے لارڈ  
جسٹس ڈگریٹ کے موریل پریس میں اپنی کتابیں لکھ کر کوئی بھی کسی سرزمین جو اسلام کے  
لیے معذور دہے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کے لیے وہی راستے باقی رہا جاتے ہیں اور  
چند دہم ہجرت، چونکہ ہماری پوزیشن بہت کمزور ہے اس لیے ہمارے لیے ہجرت کا  
راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اگرچہ یہ کوئی فائدہ تو تھا لیکن اس سے یہ مفروضہ ثابت ہے کہ  
حالات نے مسلمانوں میں اس نوع کی سوچ بھی پیدا کر دی تھی۔ بقا اعد قادیانی مولانا ابوالکلام  
آزاد اور مولانا عبدالباقی کی طرف سے ہماری ہوتے مولانا ابوالکلام نے اگرچہ جو قادیانی ہماری  
کیا۔ اس میں مسلمانوں کے لیے جنگ اول کے بعد ہجرت کو واجب قرار دینا لیکن مغربی  
ہجرت کو شرعی طور پر ترجیح نہ دینا۔ دوسرے شخص کے لیے ہجرت کو ضروری نہ قرار دینا گیا۔  
چونکہ ہندوستان سے ہر شخص ہجرت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے قادیانی کہا گیا کہ ہر شخص  
ہندوستان میں رہے، میں ان پر انگریزوں سے ترک مرادات لازم ہوگا۔<sup>(۲)</sup>

مولانا عبدالباقی قادیانی نے کوئی ایک ہندوستان اور اعراب نہیں تھا اس لیے ہجرت  
سے متعلق جو قادیانی انہوں نے ہماری کیا اس سے کسی بات کی ممانعت نہیں ہوتی۔ مولانا

۳۔ نظام رسول ص ۲۰۲ تا ۲۰۶

۴۔ تعلیم قریشی کا مضمون (دہلی: مکتبہ اشرفیہ، ۱۹۰۸ء) ص ۳۴



عبداللہ بنی نے ایک شخصوں میں ہر کہ انہا روکیں اہل تشیع ہوں۔ یہ کھانا کہہ دستان  
 دارالسلام ہے اس لیے ہجرت فرمیں۔ اس پر ہم اہل تشیع کو ہدایت دے دینا۔ یہ پیشہ  
 میں ایک خط میں مولانا عبدالحی کے دلائل کو غلط بتلا دے ہوئے شاہ عبدالحی بنو دانا  
 عبدالحی کھنڈی کے قادی کا ذکر کیا جن کے نزدیک ہندوستان دارالسلام نہیں۔ ہاتھ لگیم  
 اجڑا ب کے نزدیک چونکہ مسلمان ہندوستان میں دیکر دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی حد  
 نہیں کر سکتے تھے اس لیے ہجرت لازمی تھی<sup>۱۱</sup> اس پر مولانا عبدالحی کا ایک خط اس  
 اخبار میں شائع ہوا جس میں انہوں نے کھانا کہیں ہندوستان کو صلا دارالسلام کہتا ہوں گے  
 حکومت کوئی یا مسلمانوں کی قسط کہتا ہوں۔ اس صورت میں صلا دارالسلام کہے حکام  
 جاری ہوتے ہیں۔ مولانا نے اس بات کی بھی تصریح کی کہ میرے نزدیک ہجرت فرض نہیں  
 نہیں ہے اور یہ عقیدہ بالذات بلکہ فرض دفاع کے لیے کی جاتی ہے۔ ساتھ ہی اس خط  
 میں مولانا نے یہ بھی لکھ دیا کہ اس وقت جو لوگ ہجرت کرنا چاہتے ہیں انہیں دیکھنے کا کافی  
 حق نہیں اور جو نہیں کر سکتے خدا نے ان پر جبر نہیں کیا۔ مولانا خود آئی طور پر ہجرت کرنا  
 چاہتے تھے مگر ان کے مشیروں نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

ایک اور شخص میں مولانا عبدالحی نے جن خیالات کا اظہار کیا ان سے دونوں عقول  
 کی عاصف غبار برکتی ہے۔ آپ نے شاہ عبدالحی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ہمارا عرب  
 میں ہجرت فرض نہیں لیکن اس کے باوجود اگر ہندوستان باغرض دارالغرب ہو تب بھی ہجرت  
 کی نصیحت ہر صورت میں نہیں برکتی۔ ساتھ ہی یہی لکھا کہ فرض دفاع کے انجام دینے

۱۔ روزنامہ "آفتاب" (۱۹ مئی ۱۹۴۷ء) ص ۱

۲۔ ایضاً ۱۹ مئی ۱۹۴۷ء ص ۳

کے لیے میں ہجرت کا حکم دیتا ہوں۔ ان میں ان میں آپ نے یہ لکھا کہ اگر دارالغرب ہجرت  
 کا تھا مگر مشورہ سے روک دیا گیا۔ یہ صورت حال آتی دل چاہے ہرگز ہندی نے  
 مولانا کو ایک تاویس بھیجی جس میں ان سے استدعا کی گئی کہ وہ اپنے خیالات کا واضح طور پر اظہار  
 فرمادیں<sup>۱۲</sup>۔

اس فتویٰ نے اپنا اثر دکھایا اور ہزاروں مسلمان اپنی جانیں دیں فرشت کے خلاف دستان  
 کی طرف روانہ ہوئے گئے۔ ایک سزا دار اسے کے مطابق گشت ۱۹۴۰ء تک چار سو چار  
 مسلمان افغانستان میں داخل ہو چکے تھے۔ جب ہجرت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا  
 گیا تو افغانستان کی حکومت نے دھم دھپانے لگی اور مسلمانوں کو دہلی ہندوستان فرما دیا۔  
 بھول رہیں یا نہیں ہی ایک قوم تھا ہر مسلمانوں نے میرے پیچھے کیا<sup>۱۳</sup>۔

میرے مشورے سے جہاں کے مسلمانوں نے تکلیف ہجرت میں لے کر سے جوش و خروش اور  
 بڑھ چڑھ کر حصہ لیا میں نے تحریک ہجرت کے دوران ایک شخص نے مولانا قادی سے ہجرت  
 کے بارے میں فتویٰ دریافت کیا غلطی سامنے آئے اس بات کا کہ غلامیہ پر کیا کر  
 "لوگوں کا خیال ہے کہ آپ اس خط کا جواب نہیں دیں گے۔" مولانا قادی نے ہجرت  
 کے متعلق فتویٰ دیا کہ شریعت نے جب ہجرت کے لیے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ شرائط  
 اب بھی موجود نہیں ہیں۔ اس تحریر کی کچھ ایک فتویٰ کی شکل میں موجود ہے قابل ذکر بات  
 یہ ہے کہ آپ نے اس فتویٰ کی عبارت عربی زبان میں بھی حال حاضر سوال کنندہ نے خط

۱۔ روزنامہ "آفتاب" ۱۳ مئی ۱۹۴۷ء ص ۲

۲۔ The Ulema in Politics p. 26۰

۳۔ پاکستان ماگزیئر تھا ص ۱۰۳







[illegible][illegible]

جب مولوں کی تباہی کا نقشہ سامنے آتا ہے اس قدر دل دکھتا ہے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی تمام فزوری ان کے قتل اور بے فہم لٹیدوں پر ہی ہے (۱)

تحریکِ خلافت کے سلسلے میں مناظرے

چکرولا اٹھائی ہے تو کہہ سکتے ہیں اس اعتبار کے کہ جس سے بہت سے  
لوگ ملے آپ سے اس بارے میں کچھ کہنے سے تھام دیے آپ نے اس اعتبار سے  
کہ اس بارے میں آپ نے جو کہہ کر ہم کو کھل دیں سے تھام دیے ہیں ان کے  
آپ کی ہر بات پر کہیں کہیں اٹھائی ہے اس اعتبار سے کہ جس سے بہت سے  
لوگ ملے ہیں جو اس بارے میں سے تھام دیے ہیں ان کے  
آپ سے کہ جس اعتبار سے کہ جس سے بہت سے  
لوگ ملے ہیں ان کے

تحریر کے دوران مولانا قاضی کی زیر نگرانی کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے کئی مولوی صاحب بڑی گرمی سے تحریر میں حصہ لے رہے تھے مولوی صاحب بکر کوثری مفتی نے مولانا قاضی سے ملنے آئے اور آپ سے تحریر کے بارے میں ایک سوال کیا آپ نے فرمایا کہ پہلے آپ کے ایک سوال کا جواب دیں کہ مفتی قاضی سے کرشمہ اودھیں کا مجرمہ ہونا ہے انھوں نے بالکل باطل جمع سے مولانا قاضی نے درحقیق ایک کتاب جو عام عمل اور غیر مسلم سے کتب بردہ کا ذکر ہوگی یا مسلم کہا کہ انھوں نے

۱۰۲ القضاۃ کی زندگی، شمشیر، ۱۴۲







دوست ہیں، چنانچہ انگریزوں کو معلوم ہے کہ ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ بھی یقین رکھتا ہے کہ ہم سے تعین بھی نہیں رکھتا، بعض پرچم سمان بھی کو نام کہتے ہیں کہ انگریزوں سے تعین رکھتا ہے، اس سے قبل کہ انگریزوں سے کیا تعین ہوتا تعین تو تم سے ہے۔ میں نے جو اپنا سبک اور شرب عام بنی اعلیٰ پر رکھا ہے تو اس میں اپنے دن کی مخالفت کی اور اپنی قوم کی مخالفت کی، کا پتہ میں بھی ہذا رجب پر بادشاہ معزز سلطان کے شہر سے ایک فیصلہ ترسب کیا گیا، اس فیصلہ سے تعین میری بھی رہ گئے، پہلی بھی میں نے مخالفت ہے جو کچھ دیکر یہ فیصلہ اسلام کے خلاف ہے، اس لیے میری رائے اس کے خلاف ہے جو انگریز میری تحقیق رائے کرنا وہ کہنے لگا کہ اس فیصلہ کو غلط بتانا بہت سخت بات ہے۔ میں نے کہا سخت، ہمارے رائے تو میری غلامی کی جائے گے جو شریعت کا حکم ہے۔ ان کی حکومت ہمارے ہاتھوں پیروں پر ہے قلب پر نہیں، ہم حق کو واضح کرتے ہیں ان کی کوئی رعایت نہیں کریں گے، ایک اور مجلس میں فرمایا "بعض لوگ تحریکات سے ملوث رہتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انگریزوں کے دوست ہیں، یہ غلطی انگریزوں کے ساتھ دوستی نہیں اپنے ساتھ دوستی ہے۔" (۵)

تحریک خلافت میں حصہ لینے پر بلا کر مخالفی کا فیصلہ چسپان کر دیا گیا، اس امر کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم کو واقعی بتلایا جاتا ہے حالانکہ ہم آج کھٹے پریں سے نہیں ملے، اور پھر کوئی کہا کہ میں شرب و روزان سے غلامی کے تسلیم میں شامل کی تو انگریزی دشمنی و صورت اور معاشرت، اٹھنا بیٹھنا، ہون چاہا سب انگریزی، یہ

۱۔ انکشافات اخیر میرے جلد ششم ص ۲۳۹

۲۔ انکشافات اخیر میرے جلد ہفتم ص ۱۷۷

عجیب ترک موالات ہے، ایک اور مجلس میں فرمایا "میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہم لوگ مولائی کہلاتے ہیں، مگر بعض اعلیٰ ہم تو اس حالت میں ہیں، مارک موالات رہے اور مولائوں میں ہماری کسی طور پر نہ کیا، یہ فرقہ بان سے کہتے ہیں کہ مولائوں کا ہیکٹ کرو اور پھر مولائوں میں حاکم و عبادت کی پروی بھی کرتے ہیں" (۶)

ایک اور مجلس میں فرمایا "میں نے کسی وقت گرفتار اور لیس سے انگریزیت چھوٹی ہے، ممالک کا ہم کب نہیں دبا، زبان سے نصرت اور انگریزوں کی لڑائی کرتے ہیں اور ان میں وہی باتیں ہوتی ہیں، ان ہی مجلس اکیس ان ہی مجلس ہائیں، ویسی ہی معاشرت اختیار کر چکی ہے، مجھے تو ایک عالم کا قول یاد آیا کہ لوگ نصرتوں کے تو مخالفت ہیں، مگر نصرت کے حامی ہیں" (۷)

قرب صدر بار جنگ نے بھی ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو میری ہال میں تقریر کرتے ہوئے مولانا قناری سے خطے جیلے خلافت کا اظہار فرمایا کہ "ہم سے کہا جاتا ہے تحریکات کرو، ترک موالات کا فتویٰ کن دینا ہے گا مگر جی۔ کیا اسلام وہ سادہ مذہب ہے جس کو ہم ایک مشرک کہہ سکیں، کہا جاتا ہے کہ ترک موالات کرو مگر ہادی صورت ہمارا طرز کلام ہشت و ست و ریاست کھانا پینا موالات کے دنگ میں ڈوبا ہوا ہے، اگر چاہے دل میں مذہب کا سچا غیر ہوتا تو نامکن تھا کہ ہم اپنی صورتیں سے تیں اس کی وایت کے مطابق نہ کہتے۔" (۸)

۱۔ انکشافات اخیر میرے جلد چہم ص ۱۰۱، ۲۔ میں نے مشوراتی اعلیٰ مجلس

۳۔ انکشافات اخیر میرے جلد چہم ص ۶۵

۴۔ قرب صدر بار جنگ ص ۱۷۰



مولا امیر خسرو اور مولانا قاضی کا کہیں کسی استاذ شاگرد کو کس مشیت تھا۔ مولانا قاضی نے اپنے اساتذہ کی محبت و شفقت کے اندلک جانے پر جو محسوس حقیقت سے کبھی اس سے دھول کے تعلقات کا اعلازمہ کر سکتا ہے۔ اگرچہ وہ دھول میری رہنمائی ہی کتب خانے میں مل سکتے تھے لیکن تحریک غلغلو کے متعلق دھول کا مسک مسک متعجب تھا ایک مرتبہ مولانا قاضی نے فرمایا: ”سبحان! حضرت زین الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کا بیان تو کبھی قابل دیدہ ہے کہ اسک تو حضرت کے مسک سے خواہر اے عفت تھا کہ عیاں تھا مگر حضرت ذوالقدر و دیگر بزرگے“

میں ان اختلافات نے دونوں کے باہمی تعلقات ادراک دوسرے کے احترام میں زبردستی برپا کر دی۔ اس کا اعلازمہ فتاویٰ حاکمی کے اختلافات پر ایک مختلف نقطہ نظر سے بنی ہو چکا ہے۔ یہ تحریک خلافت کے دوران میں عمل گویں نے یہ شہر گویا کر مولانا فتاویٰ اپنے استاد مولانا محمد حسن کے مخالف ہوئے۔ مولانا فتاویٰ کو حبس اس خواہ کا طرز و تالیف سے اس کی پرزور تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ التقریر میں لکھا "انقلابی کو کلمہ پر کیا تم باتیں لڑاؤں۔" حضرت اقدس سے مجھے باہر کے بعض متعلقین کی مخالفت سے۔ حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب ہوں۔ کچھ برس قبل حضرت علامت تھیں







تحریک خلافت کے دوران مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا قاضی کو ایک خط لکھا کہ  
 ”حضرت! جی میں ہوں کیا کرونا بڑوں کے درمیان ہوں۔ اس پر مولانا قاضی نے آپ  
 کو لکھ کر مولانا محمد حسن مسیب کے ہاتھ میں مولانا ہی کے ہاتھ میں کرنا چاہیے مگر میں  
 تنہا ہوں تو خود بھی حضرت کا ساتھ دیتا ہوں! ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر مولانا محمد حسن، مجھ کو تحریک  
 خلافت میں شریک ہونے کا حکم فرماتے تو جو کہ میں چھٹا تھا اس لیے مجبور ہو جاتا مگر حضرت  
 کو بھی اس کا غور بھی نہیں ہوا، بہر حال کیا تو یہ کہ اپنے کسی خاص خادم یا بی بی سے فرمایا  
 کہ یہ بی بی یا خاتون تم چھا معلوم نہیں ہوتا لائیں جی جی رات سے شروع کرلوں!“  
 اگرچہ مولانا محمد حسن تحریک خلافت کے رواج دہاں تھے مگر آپ نے ہمیشہ خلافت  
 مخرج اور اختیار کرنے پر زور دیا، اپنے بی بی کا طلبا فرمایا۔ مولانا قاضی اپنے استاد کے اس  
 انداز فکر کی بہت تعریف فرماتے۔ اسی طرز عمل کے متعلق ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ  
 ”حضرت محمد حسن کے متعلق ظلالِ راہی ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے سنی اور کچھوں  
 سے کہیں ہے کہ جس وقت حضرت اٹھتے تھے شریف لائے تو بی بی کی ہنگامہ پڑھنا کی طرف بہت  
 فریاد و گدازیں ہوجاتی تھیں حضرت مولانا اور وہ مولوی صاحب ایک میز پر تھے اور میں دوسرے  
 ایلیہ میں موجود تھے جس وقت مخرج پڑھا تو ایک دم اٹھ کر کھڑے ہوئے اور اس کے بعد  
 گاہ بی بی کی ہے محمد علی اور شوکت علی کی ہے اور مولانا محمد حسن کی ہے کے غرضے دینے ہوئے۔  
 حضرت نے شوکت علی کا دامن پکڑ کر کہا کہ یہ کیا اس پر شوکت علی نے کچھ خیال نہ کیا حضرت  
 نے وہاں جتن سے فرمایا کہ اس کو نہ کہو۔ اس پر شوکت علی نے کہا کہ حضرت، جیسے کے معنی

۱۔ انکشافات الہیہ جلد چہارم ص: ۵۳ - ۵۴

۲۔ اقول لایحی ص ۷۹

فجس کے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو رام رام کہا کرو اور کچھ بھی برہنہ نہ  
 کفر ہے اور اسی طرح حضرت نے دیوبند اور اس کے قریب وجہا میں اپنے اہتمام  
 سے قربانیاں بھی کروائیں۔  
 مولانا قاضی اپنے استاد مولانا محمد حسن کی گزارشات پر سختی اور بیعتی کے بعد  
 حاج تھے اور اکثر بی بی عباس میں آپ ان صفات کا ذکر اور تعریف فرماتے۔ ایک مجلس  
 میں فرمایا کہ اپنے حضرات کی پریشان حال کی پرستی اور بیعتی میں دیکھی ایک کسی کو بھی نہ کیا  
 حضرت مولانا محمد حسن رحمہ اللہ علیہ جب مال سے تشریف لائے تو بی بی بڑی دیانت پر  
 حاضر ہوا تھا حضرت نے فری غصہ فرمائی۔ وہ بائیں اس وقت یاد آتی ہیں تو انھیں  
 کو نکھیں غصہ مٹی ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

مذہبِ اہلِ اوقات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ مولانا قاضی اپنے استاد مولانا  
 محمد حسن کا اس قدر احترام و محبت کیا کرتے تھے۔ اب شکر کے متعلق استاد کی رائے  
 بھی واضح ہو کر دوں گے کہ کچھ لوگ نے مولانا محمد حسن سے مولانا قاضی کی تحریک  
 و اساسات کا کچھ اعزاز ہونے کے کچھ لوگ نے مولانا محمد حسن سے مولانا قاضی کی تحریک  
 خلافت میں عدم برداشت کی شکایت کی تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ”ہم اس پہلی تحریک  
 کا ایسی ہمت کا وہی ہم ہیں سے ہے کہ جس نے تمام دنیا کی پرکھ دی۔ جو اس کی  
 رائے میں جتن ہے اس پر انتقال سے قائم ہے۔ کسی کے دوا یا ذکر و زہد و برکت کے

۱۔ انکشافات الہیہ جلد ششم ص ۲۵۵

۲۔ انکشافات الہیہ جلد ہفتم ص ۲۲۳







اتما ہم جنس۔ مولانا قاضی نے اس جواب کے متعلق فرمایا کہ اصل جواب وہی تھا جو مولانا گھوٹا نے دیا۔ مولانا ٹیلر احمکا جواب آرائش کا جواب تھا۔<sup>(۱)</sup>

#### مولانا قاضی اور مولانا محمد علی جوہر

مولانا شرف علی قاضی اور مولانا محمد علی دو شخصیت مکملہ ہائے فکر و عقیدت تھے۔ جہاں یکے کے عقائد اور اصولی تحریک خلافت کے بانی اور اس کے روحِ رواں تھے وہاں دوسری طرف مولانا قاضی نے عقائد و دہکائی بنا پر اس تحریک سے شدید اختلاف کیا اور اس سے علیحدہ رہے۔ تحریک خلافت کے دوران مولانا محمد علی اور گاندھی شاہدین و گھڑے جوہر بن گئے۔ مصروفِ فکر تھے وہ اور ہندوستان کی خدائیں محمد علی شوکت علی کی جیسے کے ساتھ ساتھ گاندھی کی جیسے کے انہوں کی گونج سنائی دیتی رہی۔ مولانا قاضی اسی گاندھی کو زیادہ تعالیٰ تعظیم و تکریم کی دعوت دیا تھا اور جن اسلام کے نقاب سے یاد فرماتے ہیں۔ لیکن اس بنیادی اور عظیم اختلاف نے دونوں کے درمیان ایک دوسرے کے سزا میں کوئی کمی نہ کی۔ مولانا محمد علی نے تحریک خلافت کے دوران ہی ایک ترجمان و صحیفہ آنے کی کوئی کمی نہ کی۔ مولانا قاضی نے آپ کی آگاہی پر تمام کیا لیکن ساتھ ہی اس سلسلے میں چند شرائط کو نام لیں۔ مولانا قاضی کی پہلی شرط تھی کہ آئین سے پہلے پہلا اس کو اس غرض سے آرہے ہیں۔ آگاہی و علاقہ تھے جسے باکچے اور غرض خلقِ ملامت و مقصد ہے کہ پھر غرض کی کوئی حد نہ ہو۔ شرائط یہ ہیں کہ اگر ملامت کی غرض نہیں تو پھر اول یہ کہ جس وقت وہ قاضی قاضی بنیں گے ان کے لیے پھر بار اول کے بار بار کھڑا نہ ہوں گا۔ دوم یہ کہ آئین سے

۱- اقبال، المیل، ص: ۶۱-۶۲

قبل آنے کی غرض تھیں۔ سوئم یہ کہ زیادہ قیام نہ لے سکیں ان کو کسی اور سے گشت کی جائز دہی۔ یہ شرائط پیش کرنے کے بعد مولانا قاضی نے مزید کہا کہ یہ ہیں شرائط کو غرض نہیں تو ہم اسٹاپنگ کر رہے تھے۔<sup>(۲)</sup>

مولانا قاضی کا مغربی طرزِ جہد و جدت کے بارے میں ایک خاص اندازِ فکر تھا۔ آپ کے نزدیک مغربی جہد و جدت اور اسلام و دینِ خدا، پیغمبرِ حقین۔ مولانا کے عقائد میں آپ کے جگہ جگہ مغربی جہد و جدت کی مثالیں نہیں بلکہ درست تھے۔ مولانا فرماتے تھے کہ جو لوگ قرآن کی کثرت و شاہدہ علی الاصل سے اسلام میں جہد و جدت کا ہر ذریعہ کر لیں وہ یہ کہ جہد و جدت کی نوعیت جو جہد و جدت کی نوعیت جو جہد و جدت ہے۔ اس لیے مولانا کی سیاسی و فکری میں جہد و جدت اور جہد و جدت کی نوعیت جو جہد و جدت ہے۔ مولانا فرماتے ہیں، دل چاہے بات یہ ہے کہ مولانا قاضی مغربی جہد و جدت کے لیے مغربی جہد و جدت کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ دوسری جانب مولانا محمد علی کا مغربی جہد و جدت کے لیے مغربی جہد و جدت کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اتفاق سے جین دونوں مولانا قاضی نے جہد و جدت کے لیے مغربی جہد و جدت کا لفظ استعمال کیا۔ انہی ایام میں مولانا محمد علی شاہ محمد کی قبر چھنی کے خلاف زبردست تحریک چلائے میں مصروف تھے۔ مولانا قاضی کے جہد و جدت کے بارے میں نظرِ اہل بیت اور ائمہ و جہد و جدت کی حمایت میں گروہ ہیں اور اسی بنا پر مولانا قاضی نے سب کچھ شاہ محمد کی حمایت میں کر دیا ہے۔ مولانا قاضی نے مولانا محمد علی کے لیے کثرت و جدت کا لفظ استعمال کیا۔ انہی ایام میں مولانا محمد علی نے مولانا قاضی کے جہد و جدت کے بارے میں نظرِ اہل بیت اور ائمہ و جہد و جدت کی حمایت میں گروہ ہیں اور اسی بنا پر مولانا قاضی نے سب کچھ شاہ محمد کی حمایت میں کر دیا ہے۔ مولانا قاضی نے مولانا محمد علی کے لیے کثرت و جدت کا لفظ استعمال کیا۔ انہی ایام میں مولانا محمد علی نے مولانا قاضی کے جہد و جدت کے بارے میں نظرِ اہل بیت اور ائمہ و جہد و جدت کی حمایت میں گروہ ہیں اور اسی بنا پر مولانا قاضی نے سب کچھ شاہ محمد کی حمایت میں کر دیا ہے۔

۱- رئیس، عزیز، مطابقت محمدی (میدر)، آدکن ۱۹۳۵ء، ص: ۵۳-۵۵







ہندوب اور چن دا راج ہو چائے کے بعد بندہ دل سے علیحدگی پر ان کی تعزیت فرماتے تھے۔ ایک سال میں میں فرمایا کہ "قام پڑوں میں سے چار سے ملنے کے اندر یہ بات حق کردہ ہندوب تھے اس کی نادر کہ ایک مخالفت میں میں نے ایک مت راوی سے متاثر ہو کر لکھوا لکھی ہیں نادر کے بعد میرے لیے وہاں کی تھی کیا انکار اس میں کوئی تباہی سے ساتھ کر دے؟" (۱) ایک اور مجلس میں فرمایا کہ "ہاں مولیٰ سے باوجود کہ وہ اس کے واسطے (۱) میں مجھ کو عجبیت ہے۔ ایک تو وہ ہندوب اور خوش نیت تھے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ صوفی حق کے بعد اہل باطل کا ساتھ چھوڑ دیا تھا؟"

کاغذ اس سے نمازیں کے تعلق تھے مولانا مولیٰ کو انگریزوں سے علیحدگی پر مجبور کر دیا اور ان کے دلوں کو ایک دوسرے کے قریب آئے اور سابقہ فتنوں کو ختم کرنے کا موقع مل گیا۔ مولانا مولیٰ کو دیا گیا کہ اس موقع سے نادرہ غلطی نہ کرنے میں اس بات کی کوشش کی کہ مولانا جوہر اور مولانا قناری میں ملاقات کی کوئی صورت نکال آئے۔ چنانچہ ایک روز وہ باہر مولانا مولیٰ کو آگاہی دے مولانا قناری سے کہا کہ آپ کو جو کچھ شکر کی پورٹ میں نہیں ہیں اس لیے اگر آپ اجازت دیں تو مولانا مولیٰ کو یہی تمہاری تہاد میں دے آؤں۔ اس پر مولانا قناری نے فرمایا "اگر میں وہ قبول کرتا ہوں تو میں یہاں کہاں آؤں گے۔ یہاں آئے کی وجہ سے دنیا میں کتنا سبب نہیں آئیں۔ بڑی رحمت ہوگی۔ مولانا دیا گیا کہ آپ اس سے حضرت کو لیا فرم جائے والا فرم ہوں۔ ان کے آتے کی ذمہ داری میرے سر ہے۔ مولانا قناری نے اپنی ضمانتی کا ہر

۱۔ الانکشافات الہدیہ جلد چہارم ص: ۳۰۷  
۲۔ الانکشافات الہدیہ جلد چہارم ص: ۳۰۰

کرتے ہوئے فرمایا کہ "میرا ہاں صاحب نے بھی یہ تحریر کی تھی کہ وہ یہاں آئیں میں نے پہلے بھی یہی جواب دیا تھا کہ میری تجربہ یہ ہے کہ وہ ایک راستہ غلط میں گزریں۔ پہلے دن جب وہ تشریف لائے تو میں ان کی تعلیم کر دیں گا۔ عورت سے پہلے پاس بیٹھاؤں گا لیکن وہ آتی نہایت کمر کمر اس روز سائل پگشت کو بکریں بکریں میری معروضات میں غامضی سے نہیں شب میں اکرام کریں۔ عید سے کہنے لگے کہ ساتھ میری معروضات کو سمجھنے کو تو تو میں پھر دوسرے روز چلاؤں اور میری دیکھاؤں کا شاد فرمائیں۔ میں ہی اسی غامضی کے ساتھ پہلے فرمایا ہوں۔" (۱)

اس گشت گو کے بعد مولانا قناری نے مولانا مولیٰ سے ملاقات پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ ادھر مولانا دیا گیا کہ مولانا مولیٰ کو بھی ملاقات کے لیے تم راوی کو دیکھ کر قدرت کو ملاقات منظور ہوئی ہوگی کہ اس کے لیے ہی میرا بعد مولانا مولیٰ کو لے کر میں شرکت کے لیے لندن چلے گئے جہاں ان کا استقبال ہو گیا۔

۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء کو مولانا جوہر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مولانا قناری کو جب اس ساتھ کا پہنچا تو آپ نے مولانا دیا گیا کہ مولانا قناری نے تشریف لکھا کہ اس کا ایک ایک لفظ مولانا مولیٰ کے لیے رحمت "حقیت اور حقیقت میں دیکھا آتا ہے اور آپ کے دل میں مولانا مولیٰ کا جو متناہ تھا اس کی تجلی نشا ہوئی ہے۔ مولانا قناری نے لکھا "کوئی اسلام ملے۔" مولانا کی ملاقات کا میرے قلب پر جو اثر ہوا ہے یہاں نہیں کر سکتا خدا نے اپنی بارگاہ کو چاہا ہوں اور اگر ہاں ہوں مجھ کو جو کم کیس خدمت کا منتظر اور اس منتظر کی بنا پر رحمت ہے صحت ایک شرف ہے مسلمانوں کی جی جنت۔ اپنی دوسری

۱۔ مولانا جوہر دیا گیا کہ "میں ان کی تعلیم کر دے گا۔ عورت سے پہلے پاس بیٹھاؤں گا لیکن وہ آتی نہایت کمر کمر اس روز سائل پگشت کو بکریں بکریں میری معروضات میں غامضی سے نہیں شب میں اکرام کریں۔ عید سے کہنے لگے کہ ساتھ میری معروضات کو سمجھنے کو تو تو میں پھر دوسرے روز چلاؤں اور میری دیکھاؤں کا شاد فرمائیں۔ میں ہی اسی غامضی کے ساتھ پہلے فرمایا ہوں۔" (۱)



صفحات دیکھتے دلتے جاتے ہوں گے میں اس کو درج الصفات جاتا ہوں۔ (۱)

### مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا حسین احمد مدنی

مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا حسین احمد مدنی دو مختلف سیاسی کیمپوں کے متعلق لکھتے تھے اور دونوں بزرگان دین کے سیاسی رجحانات میں زمین آسمان کا فرق تھا مولانا حسین احمد مدنی نے اس امر کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے ایک خط میں تحریر کیا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف (۲)

مولانا تھانوی تحریک خلافت سے علیحدہ رہے جبکہ مولانا مدنی نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مولانا مدنی مسلمانوں کا ہندوؤں سے اتحاد اور قتل و صورت جان بیکشوری قرار دیتے تھے ماسی بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ "ہندوستان کی آزادی کے بارے میں غیر مسلم جماعتوں سے اشتراک و فتنہ جان بیکشوری ہے (۳) ایک اور خط کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا "آج موقع ہے کہ بڑے دشمن (انگریز) سے کرکھ موالات کیجئے۔ اس کو ترک دینے کے لیے ضروری (ہندوؤں) کو ساتھ لیجئے، اگرچہ انگریز مملوہیت جہالت کا نہیں کرتے مگر اسلام کے چمکنا دشمن ہیں، بغاوت ہندو کے کہ ہمارے پڑوسی ہیں، اگرچہ کافر ہیں، پڑوسی ہی کھانا پھل

- ۱۔ حیدرآباد دکن، اکادمی محمد علی، انڈیا، آزادی کے چند اوراق، مکتبہ ۵۰۰، جلد اول، ص ۱۵۲
- ۲۔ نجم الدین مہدوی، مکتوبات شیخ الاسلام (اردو یک سال)، جلد اول، ص ۲۰۹
- ۳۔ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد دوم، ص ۱۲۸
- ۴۔ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول، ص ۱۳۸

اس کے برعکس مولانا تھانوی ہندو مسلم اتحاد کو پسپائی علی اور بڑے سب مغرب سمجھتے مولانا کی یہ پختہ رائے تھی کہ ہندو انگریزوں سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، اسی لیے آپ اس بات کے خواہش مند تھے کہ ہندو اور انگریز دونوں کے ساتھ عدم تعاون یا جلتے کرکھ دونوں ہیں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، مولانا تھانوی ہندو مسلم اتحاد کے دل فریب اور کھوکھلے غم سے ہیں، بالکل یقین نہیں رکھتے تھے، ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں آپ کا کہنا تھا کہ اگر حکومت ہندو اور مسلمانوں کے باہمی آجائے اور تیسری قوم کے بدلے دلی بھی ہو جائے ماسیائی تب بھی ہندوؤں کی ہوگی، ایک تو ترکیب کے لحاظ سے دوسری ان کی اکثریت کی بنا پر تیسرے ان کے طائفے کی حالت پر نظر کر کے، اور عقلی طور پر مقرر حکومت عادلہ ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے اشتراک میں یہ احتمال ہی نہیں کہ عدل ہو ماسی کا رکنڈ کی کارگزاری سے ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے شائنا پھینکتے ہیں، یہ اپنے دلی فراق سے باز نہیں گئے۔ (۱)

کیا ظہر یا غصہ میں دینی مدارس کے علم کو سیاست میں حصہ لینا چاہیے، یہ سبھی میں دونوں زعماء کے درمیان اختلاف کا سبب بنا، ایک طرف مولانا تھانوی وضاحت ظاہر کیا کہ مسلمانوں کے لیے سیاست میں حصہ لینے کے سخت غلات تھے، دوسری وجہ سے کہ جب دارالعلوم دیوبند کے علم اور مسلمانوں نے سیاست کے میدان میں قدم رکھا تو مولانا تھانوی نے دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے مستثنیٰ دے دیا مولانا تھانوی فراتے تھے کہ "طالعہ ملی کے نالے میں کسی اور شخص میں مشغول ہونا تعلیم کو بیکار کر دیتا ہے، طالعہ ملی کے لیے کیوں اور کمیست قلع بہت ضروری ہے، اس کے برابر کرنے سے تعلیم برباد ہو جاتی ہے، میں نے نواز

۱۔ الاقنات، شام، المیہ، جلد چہارم، ص ۲۱۹ - ۲۳۰







دیو بند ریہے تھے شیخ نے دارالعلوم دیوبند کے کچھ طلباء اور اساتذہ نے ایک ہندو لیٹر کا جینتیم کیا اور کچھ اکابر دیوبند نے اس کے پاس جا کر اس سے بات بات بھی کی مولانا تھانوی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے سس پر غصہ نہ راضی کا اظہار فرمایا اور اس جیسے مولانا مولانا جو دریاؤں کو زچہ دروں سے عقیدت رکھتے تھے ایک خط لکھا جس میں اس واقعہ پر گہر سے رنج اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ "اس واقعہ سے تمام مسلمانوں پر ہوا اثر پر کتنا ہے وہ ظاہر ہے اس قدر صدمہ ہوا کہ اس کی برداشت کے بغیر کوئی صورت نہیں رکھتی ہے میں ایسے حضرات کو زیارت و محبت سے محروم کروں کیونکہ ان تعلقات سے اس صدمہ کی تھیر ہوگی جس کا مکمل تیری ہمت سے خارج ہے اسی طرح میں ایسے حضرات کو جو دروں غرضت سے مصروفیت کا تعلق رکھنا چاہتے ہیں مدد دیتا ہوں کہ اس خیال کو دل سے بالکل نکال دیں۔ اہم یہی ہے کہ ایک غرضت سے تعلق رکھیں۔ بہل رہے کہ کچھ کچھ دیوں۔"

خط خاص :- آپ کو صدمہ ہوگا کہ آپ کی بنیادی فکر پر پیمانہ پہنچا گیا تھا کہ ہم طلبہ کا انگریزی اثر نہیں پہنچاتے کیا یہ انگریزی اثر نہیں کیا ان کی شرکت اور طلبہ کو تفریح سے دور کرنا اس کا سبب تفریب و ترشہ نہیں بھڑقل نہیں میں غلطی کہاں" (۱)

مولانا شبیر احمد عثمانی کے نام ایک خط میں لکھا کہ "میں قلم نویسین سے شکر و تحریک ہیں لکھا ہوں کہ انگریزی سلسلہ کی مدح مدرسین کو ماننا چاہیے ہیں۔" (۲)

- ۱۔ شبیر احمد عثمانی ص ۵۰۰ - ۵۰۱  
۲۔ اذکار عثمانی ص ۵۵

ایک سہ میں دارالعلوم سے متعلق کے متعلق مولانا تھانوی نے خود فرمایا کہ "معلمہ کو اپنے پڑھنے پڑھنے کی غرضتوں میں رہنا چاہیے۔ دیکھتے ہیں قدرت مند قویں اور سیاسی قویں ان میں بھی تفریق مل رہی ہے۔ اگر سب ہی ایک غرضت اور ایک ہی کام میں لگ جائیں تو کمال کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس مدرسہ (دیوبند) کی سرپرستی میرے مرتعوبہ دینی گھر والوں یا سنت کا زور ہو گیا اس لیے میں چاہتا تھا کہ کسی طرح سکھوں ہو جائیں۔" (۱)

منشی محمد شفیع نے مولانا تھانوی کے دارالعلوم سے متعلق کے متعلق رقم کے ہتھیار کے جواب میں لکھا کہ حضرت قادیان کے سربراہ منشی از سر کرسی دارالعلوم کی بڑی مجلس دو قہیں۔ اول آنحضرت کو کسی تحیم گاہ کے طلباء اور مدرسین کا ملک کی عملی سیاست میں حصہ لینا اصولاً پسند تھا خصوصاً انگریزی سیاست میں ایک طوط تو رہی ہے کہ انہی اور دیکھ غرضت مند مذاہبات اور علماء کی نفرت کی نفرت کا مظاہرہ تھا جب حضرت مولانا نے صاحب مدنی دارالعلوم کے صدر مدرس ہوئے وہ غرضت سے عملی سیاست میں حصہ لیتے تھے خصوصاً ان کی سیاست میں جمعیت العلماء ہند نے انگریزوں کا حیرت من قبول کر لیا یہ سیاست حضرت کے نزدیک مطلقاً اسلام اور مسلمانوں کے حق کے منافی تھی خصوصاً عربی مدارس کی قواسم میں تباہی کی وجہ سے ایران دارالعلوم کا ایک مضمون مولانا نے کام نہیں لیا ہوگا اور حضرت کی فشار کے خلاف انگریزی سیاست دارالعلوم میں داخل ہوئی تو حضرت نے استغفر دے دیا اور اول مرزا نے متعلق قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر خوش نصرت

- ۱۔ اذکار عثمانی ص ۵۰۰ - ۵۰۱



نے غور و مشفقانہ اطلاع دارالعلوم کے دروازے پر چال کر دیا ۔ ۱۶) مولانا غفر محمد عثمانی نے بھی اسی شخص کی ہی وجہ بیان کیں ، آپ نے رقم لکھا ” حضرت حکیم الامت ملازم مرید اسلام میں مکی سیاست میں عثمانی کلاب کے لیے تو خطا آور مدین کے لیے بھی بلاشبہ پند و کہتے تھے کہ اس سے تعلیم میں غامی پیدا ہوتی ہے۔ مولانا حسین احمد صاحب دارالعلوم کے طلباء کی سیاست میں عثمانی کا اچھا سمجھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہیم جب قبا تھا۔ مولانا تھاقوی کا ارشاد تھا کہ اگر اس میں اکثریت ہندوؤں کی ہے تو ہم بھی ہندو اکثریت کا سپہ سالار ہوں ان کے تابع ہیں یہ صورت جہاں نہیں ہو سکتی اس لیے ملازم میں یہ تحریکات مناسب نہیں۔ ۱۰ اہل دارالعلوم نے حضرت کی لکھے چل دیا تو آپ نے استغنی

دہلہ ۲۴

میں ان تمام نظریاتی اختلافات نے دونوں زمرہ کے ذاتی تعلقات میں مکی فرق نہ آنے دیا۔ دونوں نے اختلافات کے باوجود مشائخ اور علماء کے درمیان کھڑے دھبہ ڈارا اس کا اندازہ دونوں کے خطوط اور مضامین سے لیکر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مولانا عبدالجبار کا بڑا مشاعرہ میں مولانا حسین احمد مدنی کے ہر لکھنا دھبوں کی شریف نے لکھے۔ مولانا دنیا آبادی کے اپنے الفاظ میں ”مولانا اشراف علی تھاقوی نے مولانا حسین احمد کا استقبال پیکل اور التفات سے کیا۔“ مولانا دنیا آبادی اپنی باطنی اور دعائی اصلاح کے لیے ایک مشہد کی تلاش میں تھے اور اس سلسلے میں ان کی فکر انتخاب مولانا تھاقوی اور مولانا مدنی پر پڑی

۱۔ مکتوب گزشتہ مضمون میں نام راقم ، جولائی سنہ ۱۳۳۵ء

۲۔ مکتوب گزشتہ مولانا غفر محمد عثمانی نام راقم ، ربیع الاول سنہ ۱۳۳۵ھ

۳۔ حکیم الامت ص ۲۶

بالآخر صلاح و خیر کے بعد مولانا دنیا آبادی نے مولانا حسین احمد مدنی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد مولانا مدنی نے مولانا دنیا آبادی کو ایک خط لکھا جس کی ہر کتاب سے کہ سیاسی اختلافات کے باوجود دونوں حضرات ایک دوسرے کا اس قدر احترام کیا کرتے تھے۔ مولانا مدنی نے لکھا ”آپ تو قاتلہ دارشرف“ پہنچ گئے ہوں گے۔ خداوندوں کی عافیت کو ہر صفت پر مشابہت کرے۔ میں نے سب ارشاد حضرت مولانا تھاقوی دلت کا ہم دار آپ حضرات کے ارشاد پر اس وقت بیعت کر لی تھی کہ بیعت نہ ہے کہ میں اپنی پالی رو سیاہی اور ناکامی پر بہت زیادہ گریاں ہوں اور صفت شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مولانا راست رکھا ہم کے دبا میں پہنچا دیا ہے۔ مولانا کو آپ سے اور آپ کو مولانا سے انس پیدا ہو گیا ہے۔ اب ضروری اور مناسب ہے کہ آپ مولانا تھاقوی سے بیعت کر لیں۔“

مولانا مدنی کے کتبیات پر ایک نظر ڈالیں۔ ہر جگہ بھی مولانا تھاقوی کا ذکر آیا ہے۔ آپ کو دوست برکات ہم با رتت اللہ علیہ کے الفاظ میں لکھے۔ مولانا کی اصل جگہ بیعت حضرت مولانا راست برکات ہم کی خدمت اقدس میں جس قدر بظن ستر و تفتیح جائیں ۲) ایک اور صاحب کو شرمندہ دیا کہ حضرت تھاقوی کے معاملہ کو یہ سمجھتے بہت مفید ہیں۔ ان کا مطالعہ ضرور کریں۔“ ۱۰) ایک اور خط میں تحریر کیا کہ موجودہ مشائخ میں حضرت مولانا ملک گڑ مولانا اشراف علی تھاقوی، مولانا عزیز الرحمن اور مولانا شبیر احمد عثمانی یہ چھ حضرات ہر قسم کے

۱۔ کتبیات شیخ الاسلام جلد اول ص ۱۳۳

۲۔ کتبیات شیخ الاسلام جلد اول ص ۱۳۳

۳۔ کتبیات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۱۳



کلمات کے مادی ہیں اور بہتوں مسائل میں جنس حضرت کا خلافت ہونا دوسری بات ہے۔ اس لیے ان بڑی گلی سے استعمار مسنور ذکر کر لینے کے بعد تعلق پیدا کرنا ضروری اور مفید ہے۔<sup>(۱)</sup> ایک صاحب نے مولانا حسین احمد سے بذریعہ خط دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہے کہ مولانا تھانوی نے شیخ الہند (رحمہ اللہ) کو قید کر دیا تھا اور کیا مولانا فورڈنٹ کی جبری کرتے تھے اور شرک و دھما کر رکھتے تھے؟ مولانا مدنی نے ان تمام اعتراضات پر بنیاد المذاہب کی تردید کرتے ہوئے واضح الفاظ میں لکھا کہ ”یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو قید کر دیا تھا۔ وہ حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور مین میں سے تھے، البتہ قریب آذاری میں ان کی رائے خلاف حق تھا، ہوں نے غیری کی اور نہ ان کو انگریزوں سے اس قسم کے عقوبات رکھنے کی نوبت آئی۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ماذا لہم کہ مذکور شرک و دھما نہیں رکھتے تھے۔ بہت قریب پرست اور خدا پرست تھے، تصوف میں ان کا قدم بہت اونچا تھا، پیری مریدی بھی حضرت عقب عالم جامی صاحب اور حضرت گنگوہی کے حکم پر انکی اجازت سے کرتے تھے، مولانا ہر شے میں ان کا قدم بہت اونچا تھا، حضرت تھانوی کے دعوت میں مسلمان ہونے کا مقدمہ ہوں بلکہ ان کو بہت بڑا عالم اور صوفی کا لی جاتا ہوں۔ اس سیاست میں ان کی رائے کو غلط سمجھا ہوں۔ اس بارہ میں یہ کلامی عقین ہے کہ سرے اور حضرت تھانوی کے استاد حضرت شیخ الہند کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی۔ یہ حضرت تھانوی کی اجتہادی غلطی تھی جس کی وجہ سے حضرت تھانوی کی کلمی خود کو ثابت کرتا ہوں، کسی کی کتابی کو رد رکھا ہوں۔“<sup>(۲)</sup> مولانا تھانوی سے شدید سیاسی اختلاف رکھنے کے

۱۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۹۵ ۲۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۲۰۰-۲۰۱

باجوہر فرمایا کہ ”جہزیات اور فروع اور اسلامک لاجس کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں ان میں انکار مولانا تھانوی، قرآن کا اہم اور جگہ مولانا مصروف کا اسلامی تعلق اور علوم و فنون میں تمام مصروف، بہنا ان کی تعلیم دینا ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ نگریاں حاصل کرتا ان میں علیہ شہادہ، اور کا مکتبہ شیعہ، ایضاً کے عالم اسلامی اور فاضل کفشیاب جانا آفتاب کی طرح دنیا میں روشن ہو چکا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

مولانا تھانوی کی نسبت ایک خط میں مولانا دریا آبادی لکھا ”آئینہ کی تصویریت نہ تھی اور کرتا ہوں۔ واقعہ تو یہ ہے کہ یہ ان کا وہ حضرت امامت کے نام کو نہایت معتقدان ان کی عظمت و احترام کو نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ ان کی قابلیت اور کمال کے سامنے قوی بھی نیست نہیں رکھتا، مگر دہستان کو ظالموں سے بڑھتی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

یہ قوی مولانا تھانوی کے متعلق مولانا مدنی کی رائے مولانا تھانوی کی جانب سے بھی مولانا مدنی کے لیے اسی نوعیت کے عبارات کا انہماک کیا جاتا تھا۔ مولانا تھانوی نے اپنی ایک کتاب میں فرمایا کہ ہم انقلاب چاہتے والوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اہل اللہ کی جہاد میں ان حالات کے مشاہدہ کے بعد بھی بعض علماء ان کی بدولت کا ساتھ دیتے ہیں اور وہ لیڈران کو ذہنی نہیں لگا سکتے، اگرچہ ان کے لیے لیڈر ہیں ان کے نام اور ان کے رائے اختیار ملے چھتے ہیں اور ان کی صاحب بدعوی (امامیہ) و مدنی صاحب اس حد تک کرتے ہیں ان کا میں نام کتب میں“<sup>(۳)</sup>

۱۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۲۰۶ - ۲۰۷

۲۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۱۳۲ - ۱۳۳

۳۔ الاقامات الیوم جلد ششم ص ۱۳۵







مولانا تھانوی اور کانگریس

[illegible]

۱۸۵۷ء میں انڈین ریسول میں سے ایک رٹرنڈ ممبر اسے انڈیم کو یہ خیال پیدائو  
کہ ہندوستان میں ایک جماعت کا قیام اس لیے نہایت ضروری ہے کہ ہندوستان میں  
وال کا غلبہ ختم کرے۔ یہیم جو کہ برطانوی حکومت کا زبردست خیر خواہ تھا۔ برطانوی حکومت  
کے مفاد کو نظر رکھتے ہوئے اس بات کا خواہش میں تھا کہ ۱۸۵۸ء کے واقعات نے

جائیں۔ اور یوں نہایت دلچسپ ہے کہ ہمیں کیریول اسٹریٹ کی کتاب وادلا پاسپا  
بلادت بڑھنے سے کیا پیدا ہوا اور اس بات کا گورہ اس کے عوض صاحب زادہ  
آفتاب احمد اس کے ساتھ بیٹا ہوا۔ کیسی سی حالت تھی کہ گورہ زادہ نہیں  
تھا تھا اس کے بہن بہن میں ایک ایک بچہ نکلتا تھا۔ اس کی خوش خوشی کی  
بڑی خبریں اس کے محمد صاحب کا کل اور ہولڈنگ گراس کی کھدائی کے بارے میں  
جب یہ تیار ہو کر ریل ڈالڈون کی کھدائی کے قاس سے ان سے اختلاف کرتے  
ہوئے خود بخود کسی کی بیادیں یہ قائم کرنے کا خود ہی ڈالڈون کا۔ چونکہ  
بعد رستان کی کیسی سی حالت میں یہ حکومت کو اس کی خاموشی سے آگاہ ہے  
اس کے بعد رستان میں کیسی سی حالت میں چاہیے حکومت کو ہم کو کھدائی  
ڈالڈون سے آگاہ ہے۔ اس کے بعد رستان ڈالڈون کے مشنوں کو کھدائی  
اور مشنوں کی شکل اس کے بعد رستان سے ایک سی حالت میں ڈالڈون کی

مسلمانوں میں سربہ احمقان پھیلے رہتے تھے جنہوں نے گناہوں کی اصلاح نہ پڑھا نہ غفلت کی اور مسلمانوں کو بیشتر بدکاروں کی طرح سیر کر کے اپنے لیے حصہ لینے سے اجتناب نہیں کیا اپنے ایک مرتد کو قید کر کے لیے دھت کر دیں۔ گناہوں سے بے اعتدال ہی سے یہ سربہ احمقان جو گناہ کار ہیں جندوں میں ان کی بڑی اور دوسرے اداروں میں انتحاب کا طریقہ رائج کیا جاتا ہے سربہ احمقان نے اس زور کے حالات کے پیش نظر گناہوں کے اس سربہ احمقان کی سختی سے مخالفت کی۔

میر سید کا خاندان مولانا تھانوی نے بھی مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ کانگریس کی سرگرمیوں سے کوئی سروکار نہ رکھیں۔ مولانا تھانوی کہ اپنے میں جو نیک گامگاہ کے ارکان (کہ اکثر سنی غیر مسلموں



پیش قدمی اور تمام اعلیٰ درجہ کے طبقے میں تھے اس لیے اگر مسلمان چاہتے تھے کہ وہ اس کی اصلاح میں کر سکتے تھے۔ اس لیے کانگریس میں مسلمانوں کی شریعت ان کو دو قسمی قسم کوئی نام نہ چھوڑ سکتی تھی اور وہ اپنے مفاد کے خلاف پیش قدمی کسی تجویز یا قرارداد کو مسترد کرنے کی پوزیشن میں تھے۔ دوسری جانب آپ کے خیال میں اگر مسلمان ایک بھی انھیں سے پاک نہیں بن سکتے ہیں چوں کہ اس جماعت کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی اس لیے اس کی اصلاح کے بہت زیادہ امکانات موجود تھے۔ اس لیے مولانا کا اپنا خاکہ اس صورت حال میں مسلمانوں کا کانگریس سے علیحدہ رہنا اور مسلم لیگ میں اس کی اصلاح کی فوج میں سے شامل ہونا مسلمانوں کے مفاد کے مطابق تھا۔

مولانا قادی کا کانگریس کے بارے میں واضح رویہ یہاں پورے ایک ایکشن کے دوران سامنے آیا۔ اس انتخاب میں مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے حصہ لیا۔ انتخابی کم کے دوران میں کانگریس عقول نے ریپبلکن شریعہ کو روک دیا۔ دنیا ہائے ہے مسلم لیگ کے ایک سرگرم مولانا سے اس صورت حال کے شرعی پہلو کی وضاحت چاہی کہ کیا آپ کے نزدیک کانگریس کو روک دینا جائز ہے۔ اس سلسلہ پر رنج ڈالنے جوئے مولانا قادی نے کانگریس میں مسلمانوں کی شریعت کو ناجائز اور اس کے لیے کام کرنے والے اسلام کے لیے معترض قرار دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے قرآن مجید کی ایک سیرت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ "کانگریس کے حالات کا معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے فہم میں داخل ہے۔" یا ایضا اللین امنی او تھقوا ولا یطاعتوا من دینکم لا یأونکم خیال وود ما غنم قتلہ بدت البھضاء من اھولھمہ وما تخفون

ہمدون ہمدون اکبر" (اسے ایمان والوں پر اڑھیر ڈھبیری اپنے فیکر وہ کی نہیں

لہے تہادی غزالی میں۔ ان کو خوشی سے کم نہیں قدر کیفیت پہنچے۔ ان کی رشتہ کی ہے کوئی ان کی زبان سے اور چھپا ہے ان کے کی میں وہ اس سے زیادہ ہے) یا بہت پیش کرنے کے بعد مولانا قادی نے لکھا کہ "موجودہ حالات میں مردم بلین کے ساتھ میری یہ رائے ہے کہ شخص کانگریس کی مخالفت میں میری کامیابی کے ساتھ میری خواہ نہیں ہو سکتا اور اس کی مخالفت اور اس کے لیے کسی کرنے کو اہل اسلام کے لیے منتر سمجھتا ہوں" (۱)

مولانا قادی نے کانگریس کے سیکرٹری احسان الحق نے مولانا قادی سے دریافت کیا کہ کیا مسلمانوں کے لیے مسلم لیگ میں شریعت کو مناسب ہے یا کانگریس میں۔ اس کے جواب میں مولانا قادی نے فرمایا کہ "میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔ باقی کانگریس کے حالات جو معلوم ہوتے ہیں ان کی بنا پر تو اس میں ہرگز شامل نہ ہونا چاہیے" (۲)

۱۳۳۵ میں جمعیت العلماء ہند کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا قادی کو بھی ہونے لگا۔ مولانا نے اجلاس میں شرکت نہ ہونے پر اپنی خودی کا اظہار کرتے ہوئے اس دعوت نامے کے جواب میں جو پیکر لکھا کانگریس کے متعلق آپ کے خیالات کے بارے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ساتھ ہی اس سے کانگریس کے متعلق آپ کے منہ سے لکھی گئی عبارت ہے۔ آپ نے لکھا "اب تو اوقات کانگریس کے دوسرا دور وارتقار

۱۔ مفتی محمد شفیع، احکامات اشرافیہ در مسائل سیاسی، دارالحدیث، لاہور، ۱۳۵۵ھ، ص ۱۵۰-۱۵۱  
۲۔ روزنامہ انقلاب، لاہور، ۲ دسمبر، ۱۹۳۰ء، ص ۲



(۱۹۴۶-۱۹۴۹ء) کے دوران مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم کی طرف اشارہ ہے، نئے بھگوانوں رسلنے پرنہایت پیشہ کر دیا ہے کہ مسلمانوں خصوصاً علماء کا گھر میں شریک ہونا درست نہیں ہے، جب تک کہ گھر سے بیزار کی کا اعلان کر دیا نہایت ضروری ہے۔ علماء کو گھر و مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہیئے اور مسلمانوں کا گھر میں داخل ہونا اور وہاں پر کھانا پینے کی چیزیں لے کر ان کی بیوی کو گھر سے تفریق دینے والا یہاں پر امر بھی قابل ذکر ہے کہ علماء اقبال اور مولانا قاضی محمد طویل دو مولوں مسلمانوں کی گھر میں شریعت کے بارے میں بحث کرتے تھے۔ مولانا قاضی کی ماخذ علامہ اقبال کی بھی پڑی رسلنے کئی گھر میں مسلمانوں کی چیزیں و شریعت اسلام اور مسلمانوں دووں کے لیے ضرر ہے؟

یا ایک مسئلہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک کہ مسلمانوں نے گھر میں شریعت اختیار نہیں کی تھی اس وقت تک یہ جامعہ فعل ایک کا مذہبی جامعہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ تحریک کے دوران جب مسلمان اس کی کارروائیوں میں تحریک ہوتے تو اس جامعہ کو عام میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ مولانا قاضی نے اپنی مجالس میں اس حقیقت کا تجربہ کرتے ہوئے فرمایا کہ گھر میں مقبولیت کی وجہ سے یہ حق کہ مسلمانوں نے اس میں شرکت کی تھی۔ ہندوؤں کی مجالس سالانہ گھر میں مسلمانوں نے زندگی کا حسب تک مسلمانوں نے اس میں شرکت کی تھی کسی نے گھر میں کام نہ کیا؟ (۲۰) مشہور اچھوت راہنما ڈاکٹر امبیہ کر نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ گھر میں

۱۔ افادات اشریہ دہلی سلسلہ ص ۸۸

۲۔ پیشہ وندکار، انوار اقبال و اقبال اکوئی لالچ، ۱۹۶۰ء ص ۲۱۳۔

۳۔ افادات امبیہ، جلد پنجم ص ۸۸۔ ۸۹

کو عظیم اور طاقتور بنائے والے جند نہیں تھے۔ (۱) گھر میں پنڈت، بہو کو بڑا درود صبح حاصل تھا وہ کوئی دیکھی چیز نہیں تھی اور جو اشرک کی خیالات کو بھیلانا، اپنے مذہب کا بڑا بھگتے تھے۔ مولانا قاضی کے نزدیک یہی امر سب سے خطرناک تھا کہ گھر میں مولانا مذہب کے حامی نہیں، ماسی بنا کر پاپ کا گھر میں باطنیہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی ایک مجلس میں مولانا لکھنؤ فرمایا کہ جو آدمی بھی حدود شریعت سے گزر کر کام کرے گا اس کا بڑا ہی مشہور ہوگا۔ اس بنا پر ہم گھر میں کی مدد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم اسے خیال میں گھر میں اصل میں باطنیہ ہیں۔ یہی طرح بھی مذہب کی حامی جامعہ نہیں کی مجلس میں جامعہ ہے۔ اگرچہ خود بہت یہ جامعہ برسرِ اقتدار آگئی اور خدا ذکر سے وہ دن بھی آئے تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کریں گے جو اشرک کر رہے ہیں۔ (۲)

مولانا قاضی کی مجالس میں جب بھی گھر میں کا ذکر ہوا آپ نے مسلمانوں کو یہی مشورہ دیا کہ وہ اس میں شریعت سے گزر کر کریں۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ گھر میں مسلمانوں کی شرکت کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنا ہے۔ مسلمانوں کی گھر میں شرکت، ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کرنا یا ان کو ساتھ لے کر کام کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ مولانا قاضی کی یہ پتلا لے کر گھر میں اگر بڑوں کے ہندوستان سے انگریزوں میں جلسہ نہیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ گھر میں سے مل کر اپنی قوم کو پران چڑھائی رہے۔ اسی مسئلے میں مولانا لکھنؤ فرمایا کہ گھر میں

۱۔ افادات امبیہ، جلد پنجم ص ۸۸۔ ۸۹

۲۔ افادات امبیہ، جلد چہارم ص ۱۲۱۔ ۱۲۲



ہندوستان سے اگر بڑوں کو نکالنا نہیں چاہتی اور درحقیقت ان کی عاقبت بھی اسی میں ہے کہ اگر ہندوستان میں ہیں اور دوسرے ہندو اہلینان سے ہم کو کھڑے نہیں کر سکتے۔ اسی لیے انگریزوں کے زیر سایہ رہ کر اپنی قوم کو ہوانہ چڑھا بیٹھتے ہیں۔ ایک اور غیث میں کاغذی علماء کے متبن میں گھٹکرتے ہوئے فرمایا کہ ”ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا نہیں چاہتے ان کا نفع تو انگریزوں کے قیام ہی میں ہے۔“ (۱)

### کاگرسی علماء

میر کا پیپلہ بیان کیا گیا ہے کہ مولانا تھانوی کے نزدیک کاگرسی کی قبولیت کا واحد سبب اس میں علماء کی شرکت تھی اور علماء کی شرکت نے تو اس کو اور بھی مقبول بنا دیا تھا۔ مولانا تھانوی نے کاغذی علماء کو دھڑلے میں تسلیم کر رکھا تھا۔ علماء کی ایک مہمت توہم تھی جو اپنی تمام برادریوں، لگا، ری کی وجہ سے عوام میں مولانا کے نام سے پھیل گئی اگرچہ یہ لوگ باقاعدہ طور پر عالم نہیں تھے۔ علماء کی دوسری جماعت وہ تھی جو بالادین کا علم سمجھتی تھی اور برہمنی سے کاگرسی کا ساتھ دے رہی تھی۔ مولانا تھانوی کو علماء کی اسی جماعت سے گوتھا کہ وہ فتاویٰ کاگرسی ہو کر دوسری جماعت سے نماد کر رہے تھے مولانا تھانوی کو اس گروہ سے ہٹو دھتاکر وہ انگریزوں کے غیث کی وجہ سے کاگرسی کے ساتھ جوچہ منافقت کر رہے تھے اور اس سلسلے میں شرعی حدود کو بھی نظر انداز کر رہے تھے۔ ایک غیث میں کاغذی علماء کے اس طبقے کے رویے کے بارے میں اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ ”یہ دوسری قسم کے لوگ صاف کہتے ہیں کہ اگر ہندوستان

۱۔ اہل الحق تھی اسلئے لاکڑ زبان لکھی ۱۸۲۰ء ص ۱۳۶۔

سے اگر یہ کل جائے تو تمام عالم کو سکون ہوگا۔ اس لیے ہم کو جان کر کوشش کرنی چاہیے عوام ہندوستان کے علماء کو ایمان ہی کی بجائے بدعتیہ کے ساتھ لاکڑ زبان لکھی ہوئی قبولیت کے چوڑیا کہتے تھے کہ اس طرح کاگرسی ہندوستان کا قبضہ اور غلبہ ہو جائے گا۔ مولانا تھانوی ان کی اس دلیل سے قائل نہیں تھے اور جو ایسا فرما تھے کہ اگر واقعی مقصود یہی ہے تو اس شخص کا اصول مسلم غیث میں زیادہ آسان ہے کہ کوسل ایک واسطے لکھا دے کہ یہ آواز ہے۔ چنانچہ مسلم غیث کے ڈسے برسے اذکان نے مجھ پر کیا کہ ہم حضرت علماء کی رائے کے اتباع کے لیے تیار ہیں اور کاغذی قوم کو اپنا ماننے نہ ہیں۔ ان پر غلبہ پایا مصل ہے۔“ (۲)

علماء اقبال بھی مولانا تھانوی کی اس رائے سے متفق تھے کہ علماء کو کاگرسی اور ہندوؤں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے بلکہ مسلمانوں کو خود اپنی تنظیم مضبوط کرنا چاہیے۔ ایک گفتگو کے دوران علماء اقبال نے فرمایا کہ ”کاغذی غیث کے علماء ہندوؤں کا ساتھ دینے میں غلط کر رہے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ اگر تو نے ان کا ساتھ دیا تو اس کا نتیجہ جہالت بھاب ہوگا۔“ (۳)

### کاگرسی کا دوسرا دور و راستہ ۱۹۳۷-۱۹۳۹

#### مولانا تھانوی کی فلسفہ میں

دسمبر ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی کانسیس کے موقع پر تکریر کرتے ہوئے ازاب تھانوی نے فرمایا تھا کہ اس وقت اپنی قوم پر وہ قوم گمان ہوئی جو علماء دین میں سے چاروں بیٹھنے والے صاحبزادے ہیں۔ اس وقت میں نے کہا بیٹے کو اپنے دل میں اس بات پر غور کرے کہ اس وقت ہماری کیا حالت ہوگی۔ اس وقت ہمارا مذہب ”ہماری جان، ہمارا مال، ہماری کبریا

۱۔ اسلئے لاکڑ زبان لکھی ۱۸۲۰ء ص ۱۳۶۔

۲۔ سید خیر شاہی اقبال کے مختصر، کراچی ۱۹۸۱ء ص ۲۵۲۔











ذہبی طور پر پیدا کرے جس بہت مشابہت ہوئے۔

### پیرا قضا اور غیر اسلامی رسومات

کاگرس نے پھر عربوں میں حکومت چلانے کے بعد یہ کہا کہ چند دلچسپ واقعات کہنے کا وقت آگیا ہے۔ اس لیے اس نے بہت سے ایسے واقعات کیے جن کا تعلق مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو نقصان پہنچاتا تھا۔ جس سے اکثر کامیاب و کامیابی کی علامت اور مسلمانوں کے عقائد، عقائد، عقائد کا گرس کا قوی اثر قرار پایا۔ انیسویں اور بیسویں برسوں کے پورڈوں کی کارروائی کا اناس وراسے کا ذکر اگلے سے کیا جائے گا۔ مسلمان پچھلے کے لیے کامیابی کی تصویر کے سامنے پارٹیکلر لائزنگ قرار پایا۔ چونکہ معاملات براہ راست نہیں کے تھے وہی تھا جس سے ملے تھے اس لیے ان میں سے مسلمانوں نے مولانا قاضی کی طرف رجوع کیا اور آپ سے ان سال پڑھی دیکھ لی۔ پندرہ کے چند مسلمانوں نے ۱۹۲۰ء میں کورڈنا قاضی کو ایک خط لکھا جس میں پیرا قضا کی شرعی حیثیت کے متعلق آپ کی رائے دریافت کی گئی، اس خط میں لکھا ”جسٹس اور ۱۱ ستمبر ۱۹۲۰ء کو پندرہ مسلمان پورڈوں نے یہ تحریر پیش کی کہ مولانا قاضی کا یہاں ہرگز نہ ہوگا۔ یہاں سے ہر شخص قوی تر ہے۔ مولانا قاضی کے مدرس کے مروجہ کیسے جانے پر کیا جاسے اس پر مسلمان ایران نے اصرار کیا کہ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ سوائے خداوند کریم کے کسی دوسرے شخص کے دوسرے پارٹیکلر کی جگہ سے اور گروہ کو کثرت رائے سے پارٹیکلر کو اختیار کرنا ہے۔ مسلمان ہرگز اس سے مستثنیٰ نہ سمجھائے۔ اس پر پندرہ روزہ دیکھ کر ۱۳۴۱ میں یہ طے کیا کہ اس مسئلہ پر آپ کی رائے لی جائے۔ لہذا آپ ہر ذاتی فرقہ کو اس مسئلے پر ملنا معاہدہ اپنی رائے سے متعلق فرما دیں

کا کیا جھگڑے کے سامنے پارٹیکلر کی اجازت نہیں ہے۔ مولانا قاضی نے تہذیب و ادب اور مذہب کے اعتبار سے اس مسئلے سے متعلق شرعی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ان مسلمان برادران کے اصرار میں رجوع اور پیرا قضا کو مانا لے کر شرعی جہاد کی کیا کہ ”وہی مذہب اسلام اس قسم کی اجازت نہیں دیتا۔ تو اس جھگڑے کی ہم شرعاً اجازت دے اور اس تراز کی اور ذیلے سطحوں میں شرکت کی اجازت دے۔“

### وارد و حاکم

کاگرس شروع ہی سے اس بات پر زور دیتی چلی آئی تھی کہ ہندوستان میں صرف قوم آباد ہے اور وہی تمام ہندوستان کی ناکہ کی گئی ہے۔ اور مسلمانوں نے ہمیشہ کاگرس کے اس لیے دنیا دہوی کی علیحدگی اور عقائد، اوقات میں اپنے ایک معمولہ قدم ہونے کا غیرت فراہم کرتے رہے۔ سیاسی میدان میں شکست کھانے کے بعد کاگرس نے تعلیم کے ادارے میں مسلمانوں کو توجہ و توجہ کے احاطے میں ڈالنے کی چال چلی۔ چنانچہ اس نے حکومت ہندوستان کے بعد ایک تعلیمی کمیشن کی سرکار کو ”وارد و حاکم تعلیمی کمیشن“ کا نام دیا۔ یہ کمیشن کی بارداشت لاہور میں تہذیب و ثقافت کو تہہ نہیں کرتے کی طرف سے تیار کی گئی تھی۔ کاگرس کا مدعا تھا کہ اس کمیشن کے ذیلے مسلمانوں کی ایک ایسی نشستار کی جگہ سے جو اسلامی تہذیب و تمدن، ثقافت، مذہب اور اپنے مذہبی شعار سے بالکل

(۱) احوال القادیان جلد چہارم ص ۶۰۱ - ۶۰۲  
(۲) عزیز شہید مصطفیٰ رضوی حیات و کارنامے رکتہ برطانوی ۱۹۶۹ء ص ۸۸







گوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس اصولی بحث کے بعد مولانا تھانوی نے اس سکیم کے چند اہم نکات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ہم تشدد یا ہم اس سکیم کا بنیادی اصول تھا۔ مولانا نے ہم تشدد کے فلسفہ کو ”گاندھی فلسفہ“ قرار دیتے ہوئے اس طرز فکر کی سخت مذمت کی اور کہا کہ اس سے زیادہ فرقہ پرستی کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ملک کے بچوں کو گاندھیوی فلسفہ پر مجبور کیا جائے۔

اس سکیم کے تحت تعلیمی کتب اس پنج پر تیار کی گئی تھیں کہ طلباء کے ذہن پر یہ بات نقش ہو جائے کہ تمام آسمانی مذاہب سچے ہیں۔ مولانا کے خیال میں ایسا کرنا خود کو کلام اللہ کے گڑھے میں گرانے کے مترادف ہوگا۔ اس لیے کہ انسان تمام مذاہب کی عزت اسی وقت کر سکتا ہے جب تک کہ سب کو سچا سمجھے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بالکل لامذہب ہو جائے گا۔ مولانا نے اس طرز فکر کی مذمت کی اور ساتھ ہی اس بات کی سفارش کی کہ ملک کی اجتماعی زندگی کو خوشگوار اور پرامن بنانے کے لیے باہمی رواداری، ہمسایہ قومیوں کے حقوق اور انسانی حقوق کی تعلیم دی جائے لیکن ساتھ ہی ایسے غلط قیوموں کو تائب کیا جائے جس میں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکایا گیا ہو۔ آخر میں برصغیر کی تعلیم پر تنقید کرتے ہوئے مولانا نے اس کو مذہب کے مٹانی قرار دیا اور مسلمانوں کے بچوں کو برصغیر کی بری تعلیم کو ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔

بندہ سے ماترم کا تواد ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف گویا ایک تم کا اعلان جنگ تھا۔ دوسری طرف ہندو ”شرکات“ پر مشتمل تھا اس لیے مسلمانوں کی جانب سے اس کو برداشت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مولانا تھانوی نے اس ترانہ پر بھی کڑی نکتہ چینی کی۔<sup>(۱۰)</sup>

(۱۰) روزنامہ عصر ص ۱۶، ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء۔ ص ۱

مسلم لیگ کے نام پر پیغام میں بھی مولانا تھانوی نے واردہ تعلیمی سکیم کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرہ قرار دیتے ہوئے مسلم لیگ کے زعماء کو تنبیہ کیا کہ وہ اس سکیم کی جناب سے غفلت نہ کریں۔ مولانا کی رائے میں یہ سکیم اپنی ظاہری صورت میں جس قدر بے ضرر نظر آتی تھی۔ اندرونی طور پر اسی قدر مسموم اور زہر آلود تھی۔ مولانا کے نزدیک یہ سکیم متحدہ قومیت کے علمبرداروں کی ایک چال تھی جس کے ذریعے وہ مسلمانوں میں سے مذہبی روح نکالنا چاہتے تھے۔

اس سکیم کی تیاری کے وقت اس کے مزین کے ذہنوں پر ایک بات سوار تھی کہ یہ ثابت کیا جائے کہ سچائی تمام سماوی مذاہب میں موجود ہے اور اصولی اعتبار سے ہر مذہب سچا ہے اور کسی کو کسی پر کوئی ذمیت حاصل نہیں۔ مولانا نے اپنے بیان میں اس نظریہ پر کڑی نکتہ چینی کی کہ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چونکہ سچائی تمام مذاہب میں موجود ہے اور یہی درحقیقت حیات ہے اور نہایت ہی کے واسطے مذہب کو اختیار کیا جاتا ہے تو اس کے لیے خاص مذہب کی ضرورت نہیں مسلمان رہو یا ہندو ہو یا عیسائی ہو یا ڈھرم مولانا نے مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر واردہ اسکیم ہندوستان میں رائج کر دی گئی تو مسلمانوں کا مذہب باقی نہیں رہے گا۔ مولانا نے قائدین لیگ سے اس سکیم کی پُروردہ مخالفت کی اپیل کی<sup>(۱۱)</sup>

۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء کو مولانا نے کانگریس کی فطیبول کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مجلس میں فرمایا کہ ”انگریزوں کو حکومت کرتے ہوئے مدت گزر گئی ہے۔ تھل اور دور اندیشی کی عادت ہو گئی ہے وہ جوش سے کام لیتے ہیں اور چونکہ کانگریس کی حکومت نئی نئی بنی ہے اس لیے جوش زائد ہے اور تشدد اور سختی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کی وہی حالت ہے جو



اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ وَاِذَا قُلُوْا سَمْعٰی فِی الْاَرْضِ لِنُفْسِدَ فِیْهَا وِبِهْکَ الْحَرٰثَۃَ وَالنَّمْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِیْیُ الْمَکْتٰدَ یعنی یہ سنائی کو حکومت مل جاتی ہے تو وہ اس دور و صوب میں لگا رہتا ہے کہ دنیا میں فساد کرے اور زراعت اور مویشی ہلاک کرے۔ قرآن کے دو معنی ہیں ایک پیٹھ پھیرنے کے اور دوسرے حاکم بننے کے۔ میں نے دوسرے ہی معنی کے لحاظ سے تفسیر دی ہے۔ کانگریس کو چاہیے تھا کہ اتفاق سے جو موقع ملتا تھا گیا تھا اس کو غنیمت سمجھتی اور دول جوئی اور مراعات سے حکومت کرتی مگر اس سے ایسا نہ ہو سکا جی ٹی خود اس کے حمایتی بھی اس کی موجودہ روش کو پسندیدہ نہ کریں گے۔ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ مولانا تھانوی نے کانگریس کے دور حکومت کے بارے میں جو رائے قائم کی خود گاندھی نے حرفت بھرت اس کی تائید کرتے ہوئے اخبار ہیرنکن (۸ جون ۱۹۳۸ء) میں لکھا کہ ہمیں کانگریس کے موجودہ دور حکومت میں سوائے طرانت، الملوکی اور انقلابی تباہی کے کچھ نہیں دیکھتا۔ (۷)

۱۔ اسلام لاہور ص ۱۲۹

۲۔ نواب صدیق علی خاں بے تیغ سپاہی (الائیزریک کارپوریشن کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۱۳۵

## مولانا تھانوی اور آل انڈیا مسلم لیگ

مسلمانانِ پاک و ہند نے مسیحی احمد خاں کے مناسب سیاسی نظریات کو قبول کرتے ہوئے سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی تھی مگر ان کی وفات کے بعد چند ایک واقعات نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ سرسید کے راستے کو اختیار کر اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر سیاسی میدان میں اتریں۔ چنانچہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سیاسی جماعت کے اہم مقاصد میں مسلمانوں کے سیاسی و دیگر حقوق کا تحفظ، انگریزوں کی وفاداری اور ہمسایہ قوموں سے اچھے تعلقات قائم کرنا شامل تھے۔

آل انڈیا مسلم لیگ ابتدائی دور میں کوئی عوامی جماعت نہیں تھی اور اس کا کام صرف سال میں ایک مرتبہ ایک جلسہ کی کارروائی تک محدود تھا۔ ۱۹۳۵ء کے بعد جب قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کی تنظیم کو کام شروع کیا تو مسلمانوں نے لیگ کی طرف رجوع کیا چونکہ اب عام مسلمان بھی لیگ کی کارروائیوں میں دلچسپی لے رہے تھے اس لیے لیگ میں شمولیت یا عدم شمولیت کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کا سوال زیر بحث آیا۔ چونکہ مسلمان لیگ اور کانگریس کے متعلق علماء کی رائے جاننے کے عواہش مند تھے اور مولانا تھانوی کی طرف بھی رجوع کر رہے تھے اس لیے مولانا تھانوی نے صورت حال سے



کا گہری کی خاطر آل انڈیا مسلم لیگ اور جمعیتہ العلماء ہند کو کچھ سوالات کھینچ کر بھیجے تاکہ کسی بھی جماعت کے حق میں فتویٰ دینے سے قبل صحیح صورت حال معلوم ہو سکے۔ یہ سوالات مولانا ظفر احمد عثمانی نے مرتب کیے تھے اور مولانا تھانوی کی اصلاح کے بعد دو دنوں میں ان کو بھیجے گئے تھے۔

#### سوالات از جمعیتہ العلماء ہند

- ۱۔ جمعیتہ العلماء ہند کے نزدیک مذہبی حیثیت سے کانگریس میں شرکت کیوں ضروری ہے اور کانگریس سے علیحدگی میں کیا ضرر ہے۔
- ۲۔ کانگریس میں مسلمانوں کا داخلہ جس صورت، انفرادی، غیر منظم اور غیر مشروط طریقہ پر اس وقت ہو رہا ہے اور مسلم نشستوں کے لیے کانگریس خود براہ راست امیدوار تجویز کرتی ہے کیا اس سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ نہیں۔ اگر ہے تو اس خطرہ سے بچنے کی کیا صورت ہے۔
- ۳۔ مسلم لیگ سے جمعیتہ العلماء کو کیوں اختلاف ہے جبکہ وہ مسلمانوں کو منظم کر رہی ہے اور اس کا مقصد بھی آزادی کا ل کی تحصیل ہے جیسا کہ اس سال کنفیڈ کے اجلاس میں اس نے اعلان کر دیا ہے۔
- ۴۔ اگر مسلم لیگ میں کچھ مفاسد اور منکرات شرعیہ موجود ہیں تو کیا یہ صورت ممکن نہیں کہ جمعیتہ العلماء مسلم لیگ میں شریک ہو کر اس کو مخلص اور فعال لوگوں سے بھر دے اور مسلمانوں کی تنظیم کو مکمل مفاسد اور منکرات سے پاک کر دے۔
- ۵۔ کیا مسلم لیگ اور جمعیتہ العلماء ہند کے تضادم سے مسلمانوں میں تشدد و اختراق پیدا نہیں ہوتا اور کیا یہ تشدد معزز نہیں۔ اگر ہے تو جمعیتہ العلماء نے اس معز کے

امداد کی کوئی صورت اختیار کی ہے یا نہیں۔

#### دوسروں کے شبہات اور اعتراضات

- ۱۔ کانگریس کے ساتھ مل کر جو آزادی ہندوستان کو حاصل ہوگی اس کا انجام ایک مشترکہ حکومت کا قیام ہے جس میں عنصر کفر غالب اور عنصر اسلام مغلوب ہوگا۔ ایسی حکومت یقیناً اسلامی حکومت نہ ہوگی تو اس کے لیے جدوجہد کرنا مسلمانوں کے ذمے کس دلیل سے واجب ہے۔ نیز اس کی ضمانت کیا ہے کہ ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے ساتھ میں مسلمانوں پر حکومت کرنا نہیں چاہتے۔ کانگریس کے اقتدار سے اس وقت ہندوؤں کے جوٹھے جس قدر بڑھنے لگے ہیں اور وہ مسلمانوں پر بازاروں، دیہاتوں، ملازمتوں اور سرکاری محکموں میں جو مظالم برپا کرنے لگے ہیں۔ جمعیتہ نے ان کے امداد کی کیا تدبیر سچی ہے اور اس کے لیے کوئی عملی قدم اٹھایا ہے یا نہیں۔
- ۲۔ کانگریسی دلاڑیوں نے زمینداروں کی اراضی کاشت کاروں کی ملک بنا دی ہے۔ جمعیتہ نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔
- ۳۔ کانگریس میں ہندسے ماتم کا ترازو گایا جاتا ہے جو حقوق شریک پریشل ہے اور قوی جھنڈ کو سلامی دی جاتی ہے جو قریب پر شریک ہے۔ کانگریسی مسلمان بھی ہندسے ماتم کے عیت کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں اور قوی جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں۔ کیا ان افعال میں شرکت گناہ نہیں ہے۔ اگر ہے تو جمعیتہ نے مسلمانوں کو اس کے متعلق کیا ہدایات کی ہیں اور اس پر اور اسی قسم کی دوسری منکرات پر مسئلے احتجاج بلند کی ہے



یا نہیں۔

۳۔ صدر کانگریس اور اس کی ہم خیال جماعت براہ شریعت کی حامی اور مذہب اور خدا کی دشمن ہے ان کی تقاریر خدا اور مذہب کے خلاف شائع ہوتی رہتی ہیں۔  
جمعیت نے ان کے خلاف کوئی عدائے اجتماع بلند کی ہے کہ نہیں اور مسلمانوں کو ایسے کافروں کی تعلیم و تخریم سے روکا ہے کہ نہیں۔

۵۔ کانگریس کے ساتھ مل کر جو آزادی حاصل ہوگی اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی پوری حفاظت ہوگی جبکہ کانگریس اور اس کے ذمہ داران مذہب اور حقوق کا نام لینا بھی جرم سمجھتے ہیں اور اس کو فرقہ پرستی قرار دیتے ہیں نیز جمعیت نے کانگریس کے ساتھ تعاون کر کے مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی حقوق کے تحفظ میں اس وقت تک کام کیا ہے۔

۶۔ جمعیت نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کیلئے کوئی قدم اٹھایا ہے کہ نہیں ہیں کی ہنیا و سیاست سخت ضرورت ہے۔

مولانا تھانوی کے مندرجہ بالا سوالات کے جوابات متعدد یاد دہانیوں کے بعد جمعیت العلماء کی طرف سے موصول نہ ہوئے۔<sup>(۱)</sup>

### سوالات از مسلم لیگ

۱۔ آپ کے نزدیک کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت سیاسی حیثیت سے کیوں معزز ہے اور اس سے ملیٹنگ کیوں ضروری ہے اکثر لوگ پوچھتے ہیں تو ہم ناواقفیت کی وجہ

(۱) افادات اشرفیہ در سائل سیاسی ص: ۵۳ - ۵۶

سے حواشیں دے سکتے۔

۲۔ کیا بدون کانگریس کے تعاون کے ہندوستان کو آزادی مل سکتی ہے۔ اگر مل سکتی ہے تو اس کی صورت جو آپ کے ذہن میں ہو اس کو واضح فرمایا جائے۔

۳۔ کیا کانگریس سے مسلمانوں کی ملیٹنگ آزادی ہندوستان کے مسئلے میں باعث تعویق و تاخیر نہ ہوگی۔

۴۔ کیا مسلم لیگ تمام مسلمانوں کو ایمان کی زیادہ تعداد کو کانگریس میں شریک ہونے سے روک سکتی ہے۔ بظاہر یہ امر متعجب ہے۔ کانگریس میں پہلے ہی سے مسلمان موجود ہیں اور جب سے وہ وزارت قبول کر کے برسر اقتدار آئی ہے وہ زیادہ تعداد میں شریک ہو رہے ہیں۔ پس اگر مسلم لیگ نے حقوڑے سے مسلمانوں کو روک بھی لیا تو کیا نفع کی امید ہے جبکہ زیادہ حصہ اس میں شریک ہوگا۔

۵۔ کیا مسلم لیگ کے زیادہ تر ارکان انگریزوں کے حامی اور اندرونی طور پر ان کے بھی خواہ نہیں ہیں اور کیا بقتل سرکار جیوری مسلم لیگ ایک بھٹانوی زہر ہے (دستہ مجرمانہ اور برہمنہ) اگر نہیں تو اس کا اطمینان بخش جواب دیا جائے۔

۶۔ مخالفین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ ایک بے عمل جماعت ہے کانگریس کی طرح اس نے اب تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہے نہ مسلمانوں کے فائدہ کے لیے کوئی کام کیا ہے۔ اور اس وقت کانگریس کے مقابلے میں جو جدوجہد پالیٹیشن لڑنے میں صرف کر رہی ہے مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ انگریزوں کا نفع ہے کہ کانگریس کی قوت کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کا مسئلہ تعویق میں پڑ جائے۔ اس اعتراض کا کیا جواب ہے۔



۷۔ مسلم لیگ نے اب تک مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی مذہبی، تمدنی اور اقتصادی ترقی کے لیے کیا طریق عمل اختیار کیا اور اس کے لیے کونسا عملی قدم اٹھایا۔

۸۔ اگر کسی وقت ہر طرح اطمینان کر کے مسلم لیگ کو کانگریس میں شامل کرنے کی ضرورت ہوئی تو کیا مسلم لیگ کو نوڈر اس میں شامل کر لیا جائے گا یا مسلم لیگ کو قائم رکھ جائے گا۔

۹۔ اگر علماء مسلم لیگ کے ممبر بننا چاہیں تو کیا ان کو بھی الیکشن ہی کے ذریعے مسلم لیگ کا کوئی درجہ حاصل ہوگا جس سے ان کو مسلم لیگ کے اجلاس اور مجلس عاملہ وغیرہ میں اپنی ریلے پیش کرنے کا حق حاصل ہو۔ مسلم لیگ میں علماء کی وقعت کس درجہ ہوگی اور بصورت اختلاف علماء کسی مسئلہ مختلف فکر کو کس طرح طے کیا جائے گا۔

۱۰۔ جمعیت العلماء ہند اور مسلم لیگ کے تضادم سے مسلمانوں میں جو شکت و اختلاف پیدا ہوگا آیا لیگ نے اس کے مرکز و محسوس کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو اس کے نفاذ کی کوئی صورت یا بھی اتفاق کی سوچی ہے۔

۱۱۔ مسلم لیگ نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ نہیں جو ضرورت مذہباً بلکہ سیاستاً بھی نہایت اہم ہے۔ اگر کیا ہے تو اس کے لیے کوئی عملی قدم بھی اٹھایا ہے کہ نہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے نواب محمد اسماعیل خان ایم ایل اے صدر مسلم لیگ پاکستانی لیڈر یوپی اور سید حسن ریاض نے باہمی مشورہ کے بعد ان سوالات کے جوابات تیار کیے اور سید ذاکر علی جوڈنٹ سیکرٹری یوپی مسلم لیگ پاکستانی بورڈ نے ۲۵ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ملتان کانوئی کو ارسال کر دیے۔

سید حسن ریاض سابق مدیر مشورہ جہوں نے جوابات مرتب کرتے ہیں اہم کردار ادا کیا رقم کو ایک خط میں ان سوالات کے متعلق لکھا کہ ”مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے ۱۹۳۷ء میں صدر یوپی مسلم لیگ کو جو کہ اس وقت نواب محمد اسماعیل خان مرحوم تھے، ایک خط لکھا جس میں گیارہ یا بارہ سوالات تھے۔ یہ سب سوالات مسلم لیگ کے اعضاء و قضاہ اور دین کے معاملہ میں مسلم لیگ کی روش کے متعلق تھے میں غالباً مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے جلسے کے سلسلے میں گفتگو کیا ہوا تھا۔ نواب اسماعیل خان بھی اسی غرض کے لیے گفتگو آئے ہوئے تھے اور مسلم لیڈر اس میں مقیم تھے۔ نواب صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ مولانا کے خط کا جواب دے دیں۔ سید ذاکر علی مرحوم نے جو یوپی مسلم لیگ کے سیکرٹری تھے وہ خط مجھے دیا اور میں نے وہیں مولانا کے سوالات کا جواب لکھ کر نواب صاحب کو دے دیا۔ انہوں نے میرے جواب سے اتفاق کر کے وہ خط مولانا مرحوم کو بھیج دیا۔ اس کے جواب میں مولانا نے صد لٹچ پی مسلم لیگ کو ایک اور خط لکھا جس میں ان جوابات پر اپنے اطمینان کا اظہار فرمایا اور مسلم لیگ کی تائید کا وعدہ کیا“ (۱)

مرحوم سید حسن ریاض نے اپنی کتاب میں بھی اس معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ”علاوہ اتبار سے مسلم لیگ کے ساتھ تھے اور ہر کتب خیال کے علاوہ۔ یہ خیال صحیح نہیں کہ جمعیت العلماء ہند جو کانگریس کے ساتھ تھی تو ہندوستان کے تمام علماء کانگریس کے ساتھ تھے جمعیت العلماء ان تھوڑے سے مولویوں کے گروہ کا نام تھا جس کو خلافتِ کبریٰ میں سیاست سے لگا دیا ہوا اور بعد کانگریس کے رویے سے سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنا ان کو پہل معلوم ہوا۔ وگرنہ ان کے علاوہ بھی ہندوستان میں بہت سے علماء تھے اور بڑے مرتبہ کے علماء۔ مسلم لیگ کی تحریک کے آغاز ہی میں مولانا اشرف علی تھانوی نے صدر مسلم لیگ

۱۔ مکتوب سید حسن ریاض بنام رقم ۱۵، ۱۸، ۱۹ جولائی ۱۹۶۸ء



یہی کے صدر کو جو ذواب اسماعیل خاں حرم تھے۔ ایک استفسار بھیجا جس میں غالباً لکھا ہوا تھا  
تھے۔ یہی مسلم لیگ کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا۔ حضرت مولانا مرحوم کو بالکل اطمینان ہو  
گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دائرہ اثر کے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ مسلم لیگ میں  
شریک ہوں جس میں بہت سے صاحب تر تر علماء بھی تھے۔<sup>(۱)</sup>

### جواب از جانب زعمائے مسلم لیگ

جواب نمبر ۱، بحث یہ ہے کہ مسلمان اجتماعی حیثیت سے کانگریس کے ساتھ  
تعاون کریں یا انفرادی حیثیت سے کانگریس میں داخل ہو جائیں۔ ہمارے خیال میں سیاسی  
حیثیت سے مسلمانوں کی انفرادی شرکت اس لیے مضرب ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہونے  
کی وجہ سے کانگریس میں ہمیشہ اس قدر کم تعداد میں رہیں گے کہ کانگریس کے مسلک اور عمل  
پر ان کی رٹنے کا کوئی اثر نہیں پڑے۔ لہذا نیز مسلمان ارکان کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے مسلمان  
آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹی میں جو کانگریس کے واقعی یا اختیار ادارے ہیں شاندار  
نادر ہی منتخب ہو سکیں گے۔ کانگریس کی ان دونوں بااختیار کمیٹیوں میں اس وقت تک  
مسلمانوں کا جو تناسب رہا ہے اس سے کبھی طرح یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ اندیشہ بالکل  
صحیح ہے۔ غالباً آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اکیس ارکان میں سے صرف دو ارکان  
انڈیا کانگریس کمیٹی کے صرف تین سوا ارکان میں سے صرف سات یا آٹھ مسلمان ہیں۔ انتخاب  
مغلوط نشستوں کا تعین نہیں، کانگریس میں ہندو ووٹروں کی تعداد زیادہ ایسی صورت میں کبھی  
قرع نہیں کی جاسکتی کہ مسلمان بااختیار کمیٹیوں میں اتنے ہو سکیں گے کہ وہ کانگریس کے فیصلوں

اور طرز عمل پر کوئی اثر ڈال سکیں۔ اس سلسلے میں کانگریسی خیال کے مسلمان یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں  
کو چاہیے کہ کوئی تعداد میں کانگریس کے ممبر بنیں اور اس طرح کانگریس پر قبضہ کر لیں۔ یہ خیال  
بالکل غلط ہے۔ ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں باعتبار تعداد زیادہ ہیں اور ہندو عورتیں بھی  
کانگریس کی ممبر بنتی ہیں اور اس میں شریک ہوتی ہیں۔ مسلمان عورتیں اگر ممبر بن سکیں تو  
پروے کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتیں۔ مسلمان زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی مادی  
آبادی کو کانگریس کا ممبر بنوائیں۔ ہندو بھی یہی کریں گے۔ اس صورت میں ہندو مرد اور  
عورتیں مل کر مسلمان مرد و عورتوں سے تقریباً پانچ گنا زیادہ ہو جائیں گے اور کانگریس کی ہر  
کمیٹی کا فیصلہ انہی کی رائے پر منحصر ہو گا۔ مسلمان کبھی یہ قرع نہیں کر سکتے کہ ان کی کوئی تجویز  
کانگریس میں منظور ہو سکے گی۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان چار صوبوں کی کانگریس میں جہاں  
مسلمان اکثریت میں ہیں یعنی صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ اور بنگال کی ہر کمیٹی میں مسلمانوں  
کی اکثریت رہے گی۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ گردش واری یہ ہے کہ کانگریس کے نظام میں دونوں  
کو موجودہ انگریزی نظام کی طرح صوبائی خود اختیاری حاصل نہیں ہے۔ کانگریس اسی وجہ سے  
چاروں صوبوں میں مسلمانوں کو بااختیار اکثریت حاصل نہ ہو، صوبائی خود اختیاری کے خلاف ہے۔  
اور مرکزی و صوبائی حکومت پر مقرر ہے۔ مسلمانوں اور کانگریس کے درمیان یہ مسلسل اختلاف  
رہا ہے۔ مسلمان اپنی اکثریت کے صوبوں میں جو بات چاہیں کریں گے وہ مرکزی و صوبائی حکومت  
ہونے کی صورت میں کانگریس یعنی آل انڈیا کانگریس کے اجلاس کانگریس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹی میں  
نامنطور ہو جائیں گی جہاں مسلمان ارکان کا تناسب ایک چوتھائی سے زیادہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔  
اگر مسلمان اس طرح کانگریس میں شریک ہو گئے تو ان کی حیثیت یہ ہو گی کہ ان کی موجودگی میں  
ان کے مفاد کے خلاف فیصلے ہوں گے اور آئینی اصول کے مطابق ان کو اکثریت کے



فیصلوں کو قبول کرنا پڑے گا اور اس کے باوجود کہ وہ سکوت کریں یا اختلاف کریں وہ ان مخالفت فیصلوں کے ذمہ دار تصور کئے جائیں گے اور کانگریس کے باہر بھی ان کو اختلاف کا کوئی حق نہ رہے گا لیکن اگر مسلمان مسلم لیگ کے ماتحت اپنی علیحدہ تنظیم کریں تو وہ ہندوستان میں دوسری طاقت ہوں گے جو تھارو کے اعتبار سے کم مگر دوسری حیثیتوں سے اکثریت کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہو سکتی ہے۔

یقیناً ہندوؤں اور مسلمانوں کے اشتراک اور اتحاد کے بغیر ہندوستان کا آزاد ہونا بظاہر ممکن نہیں لیکن یہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا مشترکہ مفاد اور مقصد ہے لہذا اگر کانگریس اخلاص کے ساتھ آزادی ہندوستان کی طالب ہے تو اس کو مسلم لیگ کے جائز مطالبات طے کرنے پڑیں گے اور وہ ہر معاملہ میں مسلمانوں سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوگی۔ انفرادی حیثیت سے کانگریس میں شرکت سے مسلم اقلیت ہندو اکثریت میں گم ہوتی ہے اور جداگانہ تنظیم کی صورت میں مسلمانوں کی اجتماعی قومی انفرادیت قائم رہتی ہے۔ کانگریس میں شریک ہو کر مسلمان جو بات کہیں گے وہ اکثریت کی طاقتور آواز سے دب جائے گی اور جو بات وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے کہیں گے وہ جداگانہ ہونے کی وجہ سے ساری دنیا میں سنی جائے گی۔ کانگریس میں شریک ہو کر مسلمان اپنے خاص مفاد کے لیے کوئی جداگانہ عمل نہ کر سکیں گے اور جداگانہ اسلامی تنظیم کے ماتحت ہر عمل ان کے اختیار میں ہوگا۔

**جواب نمبر ۲:** کانگریس کے تعاون کے بغیر دوسرے الفاظ میں ہندوؤں کے تعاون کے بغیر مسلمان یقیناً ہندوستان کو آزادی نہیں کرا سکتے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ کانگریس کا تعاون انہی شرائط پر حاصل کیا جائے جو کانگریس پیش کرے یعنی ہر مسلمان چار آٹے کا تہائی ممبر بنے اور انفرادی حیثیت سے بلا مسلم مفاد کے تحفظ کی شرائط منسلک

ہوئے کانگریس میں داخل ہو کر اپنی اسلامی حیثیت کو کم کر دے اور محض ہندوستانی رہ جائے اس طرح کیوں نہ ہو کہ مسلمان مسلم لیگ کے ماتحت اپنی تنظیم کریں اور مسلمانوں کی اپنی مسلم لیگ اور ہندوؤں کی اپنی کانگریس کے درمیان تمام مشترکہ مفاد کے حصول کے لیے اور نیز آزادی حاصل کرنے کے لیے بشرائط اس قسم کا معاہدہ اتحاد و جمیہا و علیت قوموں کے درمیان ہوتا ہے اہم معاملات کے تفسیر کے لیے کانگریس کی مجلس عاملہ اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس ہوں اور ان اجلاسوں میں جو فیصلے ہوں ان پر دونوں اکٹھے اور دونوں قریب کا رہند ہوں۔ کیا انگریزوں اور فرسیدوں نے اپنی اپنی قومی انفرادیت کو مٹائے بغیر جرمنوں کے خلاف جنگ نہیں کی۔ کانگریس کا تعاون حاصل کرنے کی دوسری صورت مسلمانوں کے حق میں بہتر صورت ہے۔ اگر مسلمان مسلم لیگ کو مطیع و مطاع اور تسلیم کریں اور کانگریس میں شریک نہ ہوں تو یقیناً کانگریس اس طریقہ پر مسلمانوں سے اتحاد کرنے پر مجبور ہوگی۔

**جواب نمبر ۳:** کانگریس میں غلبہ ہونے کے بعد جب مسلمان یہ دیکھیں گے کہ ان کی رائے اور آواز بے اثر ہے اور وہ اپنے قومی مفاد کے خلاف ہندوؤں کے پیچھے پیچھے چلنے پر مجبور ہیں تو ان کا آزادی حاصل کرنے کا جذبہ ان کے دلوں میں سرورٹجائے گا اور آزادی کی تحریک اور جنگ مسلمانوں کی ہمت اور عمل سے اسی طرح محروم ہو جائے گی جس طرح کہ انگریزی حکومت ہندوستان کے تحفظ کے لیے جنگوں میں ہندوستانیوں کے طبیعی جوڑ، مہانت، وطن اور جوش تک گیر می سے محروم ہے اور صرف روپیہ دے کر ان کو لٹسنے پر آمادہ کرتی ہے۔ لہذا اس طرح حصول آزادی میں تعویذ و تاخیر زیادہ ہوگی لیکن اگر مسلمان مسلم لیگ میں رہے اور ہندو کانگریس میں رہے اور دونوں قوموں کے درمیان اس طرح اتحاد قائم ہوا جمیہا کہ دو قوموں کے درمیان ہوتا ہے اور اگر مسلمانوں کو اطمینان



ہو گیا کہ ان کی اسلامییت اور قومی انفرادیت محفوظ ہے اور آزاد ہندوستان میں وہ بھی آزاد قوم کی حیثیت سے رہیں گے تو مسلمان اپنے مفاد کے لیے اور ہندو اپنے مفاد کے لیے عیسائیوں کی حیثیت سے خالص قومی آزادی کے جذبہ سے جنگ کریں گے۔ یہ جنگ جس قسم کی بھی ہوگی۔ زیادہ طاقتور ہوگی اور اس سے آزادی جلد حاصل ہو سکے گی۔

**جواب نمبر ۴ :** یقیناً مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگریس میں شریک ہونے سے روک سکتی ہے اور باوجود اس کے کہ کانگریس برسرِ اقتدار ہے اور اس کی وزارت قائم ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ کانگریس کی حکومت قائم تھی۔ مسلم لیگ نے کانگریس کے مقابلے میں بالکل شکست اڑے ان میں سے چار میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور صرف ایک بھڑ میں ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی کی وجہ بھی حافظ ابراہیم صاحب کا ذاتی اثر اور مسلم لیگ کو کام کرنے کی کم مہلت تھی نیز یہ بھی کہ ابھی تک مسلم لیگ کی تنظیم مکمل اور طاقتور نہیں ہے پھر تاریخی تجربہ یہ بھی بتاتا رہا ہے کہ اقوام کی اکثریت اپنے مفاد اور وجود کے تحفظ کے حق میں رہتی ہے حکومت کے موافقت وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے مفاد براہِ راست حکومت سے وابستہ ہوں۔ مثال کے طور پر کانگریس کی سابقہ تحریکات کو لے لیجئے۔ انگریزوں کی حکومت قائم تھی۔ ہزار ہا ہندو سرکاری ملازم تھے۔ زمیندار خطاب یافتہ اور ٹیکس دار اور اجارہ دار وغیرہ جتنے گروہ کی آواز دی گئی تھی جو کانگریس کے پلیٹ فارم سے بلند ہوئی۔ لہذا جو لوگ ذاتی اغراض کے لیے یا کانگریس کے اقتدار سے مرعوب ہو کر مسلم مفاد کے خلاف کانگریس میں شریک ہوں گے وہ بھی انگریزی حکومت کے پرستار ہندوؤں کی طرح بلے اثر ہو کر رہ جائیں گے۔ نیز یہ کہ حسبِ مسلم لیگ کا نظام مضبوط ہو جائے گا اور یہ ناممکن ہو جائیگا کہ کوئی مسلمان انفرادی حیثیت سے یا کانگریس کی طرف سے کھڑا ہو کر مجالس و اجتماعات

قائمین کا ممبر منتخب ہو سکے اور مسلم ریلے عامہ کانگریس کا ممبر ہونا محسوس اور مسلم لیگ کا ممبر ہونا اچھا سمجھنے کے لیے تو کوئی مسلمان کانگریس کا ممبر بننا پسند نہ کرے گا اور اس طرح مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگریس میں جانے سے روک دے گی اور بالضرع اگر کوئی چھوٹی سی بے اثر جماعت کانگریس میں رہی بھی تو کانگریس کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۵ء تک یہی ہوا۔ کانگریس ہندوؤں اور مسلمانوں کے فرقہ وارانہ معاملات کے متعلق کانگریسی مسلمانوں سے کوئی گفتگو نہیں کرتی تھی بلکہ ہر معاملہ میں ان کو نظر انداز کر کے کانگریس کو مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔ آخر میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ کانگریس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہرگز شامل نہیں۔ اس قسم کے تمام اعلانات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں۔ لیکن چند افراد میں جو کانگریس میں شریک ہیں۔

**جواب نمبر ۵ :** ۱۹۳۷ء سے مسلم لیگ میں مکمل انقلاب ہوا۔ کامل ذمہ دار حکومت کی بجائے پورا استقلال باپوری خود مختاری ملح نظر قرار پا ہے۔ محدود رکینیت کی جگہ دو مجلس کی شرط پر رکینیت قائم کی گئی ہے۔ گریبا اب مسلم لیگ کانگریس سے زیادہ چمک چمک اٹھ رہا ہے۔ ابتداء سے انتہائی کم مہلت بن گیا ہے اور جتنے وعدے دیے جاتے تھے وہ انتخابات کے ذریعے ہوئے گئے۔ اس صورت میں انگریزوں کے خوشامدوں کے مسلم لیگ میں دخل کا کوئی امکان نہیں لیکن بالضرع اگر عام مسلمان انگریزوں کے حامی ہیں تو ان کو کون روک سکتا ہے اگر یہ واقع کے خلاف ہے۔ مسلم لیگ کے تمام موجودہ ارکان کی بنیاد رکینیت الکتیریوں پر قائم ہو رہی ہے۔ نئے انتخابات میں ہر امیر اور غریب کو عام ممبر بننے کے وقت اس ہونہار پر دستخط کرنے پڑیں گے کہ وہ کامل آزادی کا طالب ہے اس کے بعد وہ انتخاب میں آئے گا اس کے بعد بھی اگر وہ منافقت کرے اور دل میں انگریزوں کا حامی



رہے تو اس پر کسی کو تباہ نہیں۔ جیسے کوئی شخص توحید و رسالت وغیرہ کا اقرار کرے ہم اس کو مسلمان مانتے پر مجبور ہیں۔ اس کے دل میں کیسا ہے اس پر سوال کرنے کا نہیں کوئی حق نہیں۔ اس طرح کے منافق لوگ خود کا گرس میں بھی موجود ہیں اور کا گرس انکی انکار کرنے سے نہیں روک سکتی۔ سرکارِ حیدری نے مسلم لیگ کو جو برطانوی زیرِ کہا ہے اس کے معنی بالکل اور ہیں۔ کیا اکبر حیدری نے حیدر آباد میں کا گرس قائم کرنے کی اجازت دے دی ہے اور کیا وہ کا گرس کو ترقیاتی سمجھتے ہیں۔ ہر ہندوستانی ریاست سیاسی تحریکات کو اپنی حدود کے اندر داخل ہونے سے روکتی ہے عوام وہ قومی ہوا تو دارا زہد صاف بات ہے کہ حیدر آباد میں مسلمانوں کو سیاسی استیلاء حاصل ہے۔ وہاں مسلمانوں کے حقوق مفاد اور آزادی خط نہیں نہیں حکومت انجمن سے کہیں زیادہ طاقتور و واقع ہوئی ہے۔ حیدر آباد میں مسلم حکومت وجود ہے۔ اس صورت میں یقیناً وہاں مسلم لیگ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر حیدر آباد میں مسلم لیگ قائم کی جائے گی تو وہ بحالہ سیاسی انجمن کے خاص فرقہ دارانہ انجمن بن کر رہ جائے گی جو حکومت اور ہندوؤں کے درمیان تصادم کا باعث ہوگی۔

**جواب نمبر ۶:** یہ غلط ہے کہ مسلم لیگ بے عمل جماعت ہے۔ مسلم لیگ ابتداء یعنی ۱۹۰۶ء میں اس غرض سے قائم ہوئی تھی کہ برطانیہ سے ہندوستان کو جو مراعات ملیں ان میں سے مسلمانوں کو برابر حصہ دلائے اور نیز مزید مراعات حاصل کرنے میں اکثریت کے ساتھ تعاون کرے چنانچہ اس نے یہ کیا کہ کا گرس نے ہندوستان کے لیے سیاسی اختیار حاصل کرنے کے لیے جب کوئی تحریک شروع کی تو مسلم لیگ نے اس کی تائید کی۔ مسلم لیگ اور کا گرس کے متحدہ مطالبہ پر جو چھوڑا اصلاحات ہندوستان کو دی گئیں اور مسلم لیگ کے ذریعے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو محسوس کر کے کا گرس ۱۹۱۳ء میں فرقہ دارانہ معاملات

میں مسلم لیگ سے مجھوتہ کرنے پر مجبور ہوئی جو ۱۹۳۵ء تک بلا تغیر جاری رہا۔ چونکہ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد ابتداً محض ہندوستان کے اندرونی سیاسی امور تک محدود تھے اس لیے جب جنگ عظیم ہوئی اور خلافت اور امان و تقدیر کا مسئلہ سامنے آیا تو اپنی مسلمانوں نے ہر مسلم لیگ کے بانی اور رکن تھے خلافت کیلئے قائم کی۔ خلافت کیلئے جو کچھ کیا دنیا اس سے واقف ہے۔ عملاً اگر غور سے دیکھا جائے تو خلافت کیلئے مسلم لیگ کا شعبہ امور خارجہ تھا۔ ۱۹۲۸ء سے جب نہرو رپورٹ کا فتنہ اٹھانے دستورِ سومر قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے بننے تک مسلم لیگ نے ہندوستان کی سیاسی اقتدار کی ترقی اور اس میں مسلمانوں کے حقوق کے تعین میں جو کچھ کیا اس قانون کے اندر موجود ہے البتہ یہ سمجھ سب کہ مسلم لیگ نے کا گرس کے ساتھ مل کر سول نافرمانی کی تحریک نہیں چلائی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں کا گرس نے مسلم لیگ کو اطمینان نہیں دلایا تھا بلکہ مسلمانوں کے علی الرغم سول نافرمانی شروع کر دی۔ کا گرس کی یہ سول نافرمانیت کس مقصد کے لیے تھی۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہ کال آزادی حاصل کرنے کے لیے کی گئی ہے مگر یہ غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب دائرے نے نہرو رپورٹ منظور کرنے سے انکار کر دیا تو مسلمانوں کے مفاد کے لیے سخت مضرت تھی تو کا گرس نے اس جذبہ میں سول نافرمانیت شروع کر دی مسلمانوں کو لگاتار ابست کو اپنے خلاف ہندوؤں کی طرف سے اس بات کا مظاہرہ دیکھتے تھے کہ ہندوستان میں اصل طاقت ہندوؤں کی ہے اور مسلمان قابلِ اعتبار بھی نہیں ہیں اور مسلمانوں کا یہ خیال صحیح تھا چنانچہ ثبوت میں پنڈت جواہر لعل نہرو کا یہ بھیجہ راز قبول نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک کا گرس دوسری حکومت۔ یہ کہ مسلم لیگ جو کا گرس سے انکسین لڑ رہی ہے اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ مخالفین کی



طرف سے ایک بے مغز لازم ہے اگر یہ عہدے لے کر مجلس و اصفان تافون کا ممبر منتخب کرنا مسلمانوں کے لیے مفید نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق و مفاد کا تحفظ کرے گا جن کے وہ مروجہ آئین کی رو سے مستحق ہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلمانوں کو مجلس وضع تافون میں بھیجا ہی مسلمانوں کے حق میں مفید نہیں۔ مسلم لیگ صرف اسی غرض کے لیے الیکشن میں جدوجہد کر رہی ہے کہ صرف ان لوگوں کو بھیجے جو ہندوستان کے سیاسی اختیار کی ترقی کے ساتھ مسلمانوں کے مذہبی، تمدنی اور سیاسی حقوق کی پوری حفاظت کریں۔ اس کے بخلاف کانگریس ان مسلمانوں کو کونسل میں بھیجنا چاہتی ہے جو خاص مسلم حقوق کے تحفظ کے خلاف کانگریس کی مخالفت کریں۔ اگر یہ بات کہ مسلمان کسی عہد کے ساتھ مجلس و اصفان قوانین میں جائیں اس قدر غیر راہم ہے کہ اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو کانگریس اپنے قدیم دستور کے خلاف اس مرتبہ الیکشن لڑنے پر اس قدر کیوں مصر ہے کہ اس کو کڑو ہونا منظور اور کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کی تحریک کو تعویق میں ڈالنا منظور کر مسلم لیگ کے مقابلہ میں الیکشن لڑنا ضرور۔ واضح رہے کہ اس معاملہ میں کانگریس کا عمل جارحانہ ہے۔

**جواب نمبر ۷ :** مسلم لیگ نے اکتوبر ۱۹۴۳ء سے قبل ہندو اکثریت کے جارحانہ اقدامات کے مقابلہ میں مداخلت کر کے مسلمانوں کے دینی، مذہبی، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی تنظیم کی حفاظت کی ہے۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء سے اس کا نیا دور شروع ہوا ہے اور اب وہ عام مسلمانوں کو مسلم لیگ کی تنظیم میں داخل کر کے مسلمانوں کے اجتماعی اور سیاسی خلیفہ کو منظم کرنا چاہتی ہے۔ ریلے عام کی تربیت کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کو آزادی کامل اور آزاد ہندوستان میں مسلم اور دوسری اقلیتوں کے لیے جمہوری تحفظ یعنی اکثریت کے فرد دارانہ جوڑ امتداد کے امکان کے انساو کے مقصد پر ہم خیال کرنا چاہتی ہیں۔ اسی غرض کے لیے ہر شہر

قبضے اور ضلع میں مسلم لیگ قائم کی جا رہی ہے۔ ہر عام مسلمان اس کا رکن بنایا جا رہا ہے اور ان لوگوں کی ایک بہت بڑی جمعیت بھرتی کی جا رہی ہے۔ اقتصادی خوشحالی کے لیے مسلمان متکاؤں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کے رواج کی کوشش کی ہے۔ سود منسوخ کرنا، منظر ہے اور مسلم لیگ کا جو ارادہ ہے وہ اس کے سالانہ اجلاسوں کی قراردادوں سے فعل معلوم ہوگا۔

**جواب نمبر ۸ :** اگر کانگریس سے سمجھوتہ ہو گیا اور اکثریت کے جبر و استبداد کا کوئی خطرہ نہ رہا تو مسلم لیگ اس وقت بھی قائم رہے گی اور اکثریت کا عمل مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ہوگا مسلمان منتشر ہو کر کانگریس میں کبھی شریک نہ ہوں گے۔ مسلم لیگ کی قطعی رائے ہے۔

**جواب نمبر ۹ :** اگر مسلم لیگ کے جبر بننا چاہیں تو ان کو الیکشن کے ذریعہ مسلم لیگ کی بااختیار کمیٹیوں میں آنے سے گریز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ یہ تو بہترین صورت ہے لیکن خاص حالات میں بہت سی ہتھ مرعلاہ کے لیے جماعت الیکشن کے ذریعہ آئیں گے۔ ایک صورت اور بھی ہے جس کو انگریزی میں گے آپشن کہتے ہیں یعنی وہ بطریق اضافہ آسکتے ہیں۔

**جواب نمبر ۱۰ :** مسلم لیگ میں اپنی اندر کے متعین علماء کی ریلے کو وہی دھت حاصل ہوگی جو اب تک مسلمانوں میں ان کی ریلے کو حاصل رہی ہے۔ ان معاملات میں اگر علماء کے درمیان کوئی اختلاف ہو تو اس کے لیے وہی طریق اختیار کیا جائے گا جو حدیث قرآن کی رو سے صحیح ہوگا۔

**جواب نمبر ۱۱ :** یقیناً مسلم لیگ نے جمیہ العلماء اور مسلم لیگ کے تضام کے ضرر کو محسوس کیا ہے اور اس کے انسداد کی اس کے ذہن میں یہ صورت ہے کہ جمیہ العلماء اور مسلم لیگ کے درمیان تقسیم عمل نہ جائے یعنی خالص دینی امور کا انصرام جمیہ سے اپنے ذمے لے لے اور مذہبی، تمدنی، سیاسی اور دوسرے شعبہ ہائے حیات کے انصرام میں شرکت







ممبر ہونا چاہیئے اور اس جماعت کے برہمنوں کے کسی دوسری جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ مسلم لیگ خالص مسلمانوں کی جماعت ہے اور اس کا مقصد اعلیٰ میں ملک کو آزاد کرانا ہے۔ مگر اس کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کے کچھ حقوق ایسے ہیں جن کے تحفظ کے لیے اس جماعت کا علیحدہ نظام و قیام ضروری ہے اور واقعہ یہ ہے کہ دونوں سیاسی جماعتیں سیاسی ترقی میں ایک دوسرے کی شرکت میں کام کر سکتی ہیں۔ مگر کانگریس میں مضمحل کردہ خالص حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ کانگریس کا مسلمانوں کے ساتھ شروع سے کیا رویہ رہا ہے اس کے متعلق تو مفصل بحث کتاب موسومہ آزادی کی جنگ

مؤلفہ عبدالوحید خاں صاحب میں درج ہے جو غالباً حضرت والہ کی نظر سے بھی گزری ہے۔ بعد کے بھی کچھ واقعات یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کانگریس کی اصل غرض یہ ہے کہ ہندوستان کا محاذ انگریز ہے اور زیریں برطانیہ حکومت ہندوؤں کے ہاتھ آجائے۔

کانگریس اس وقت ہندی زبان اور لباس کے رواج دینے میں بے حد کوشاں ہے تاکہ میں اس وقت آئینی جنگ ہے جس میں جملہ معاملات کثرت ریلے سے ملے ہوئے ہیں۔ اس وقت کانگریس کی مرکزی جماعت اور مجلس عاملہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے ان کانگریسی مسلمانوں کی کیفیت یہ ہے کہ مسلمانوں کے خاص حقوق کے تحفظ کو ذریعہ قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کے احتجاج پر یہ جھٹ پھیش کر رہے ہیں کہ اگر مسلمان کثرت کے ساتھ کانگریس میں شریک نہ ہوجائیں تو ہندوؤں کی ذہنیست میں تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں دوسری چیز جو وہ پیش کر رہے ہیں وہ غلط انتخاب ہے۔ ان کی جھٹ یہ ہے کہ جب تک جو لگاؤ انتخاب سے ایک مذہب والا دوسرے مذہب سے بے نیاز ہے جس میں اتحاد کی امید نہیں۔

اگر انتخاب غلط ہو جائے تو ہندو مسلمان ایک دوسرے کے جذبات کے احترام پر مجبور ہونگے لیکن اس کی تردید میں چند واقعات ہیں۔ ہندو مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ایسا ہے کہ مسلمان تو مجبور ہو سکتا ہے مگر ہندو کو ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ دو چار جگہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور سب سبلی کے انتخابات غلط ہوئے اور مسلمان ان نشستوں سے بھی محروم ہوئے جن پر وہ پہلے سے منتخب چلے آتے تھے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں کی اکثریت ہے اور غلط انتخاب میں مسلمانوں کا صحیح نمائندہ بھی منتخب نہیں ہو سکتا۔ اور اکثریت کی بنا پر ایسے قانون بھی پاس ہو سکتے ہیں جو مسلمانوں کے حقوق کے خلاف ہوں۔

مسلم لیگ کی قیادت اس وقت مسٹر محمد علی جناح کے ہاتھ میں ہے۔ مسٹر محمد علی جناح آبائی شیعہ ہیں مگر غیر تنصیب ہیں اور کوئی تنفیض نہیں لیکن سیاست میں ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے کانگریس واسطے بھی معترف ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ سرکاری آدمی نہیں ہیں بلکہ قوم کی آزادی کے لیے ان کے دل میں درد موجود ہے۔ اس لیے گورنمنٹ کے مقابل میں اور کانگریس میں بھی انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے لیے آواز بلند کی۔ مسٹر علی جناح کے خلاف یہ بھی غلط پراپیگنڈہ ہے کہ وہ جاہ پسندی کے لیے یہ سب کام کر رہے ہیں اگر وہ جاہ پسند ہوتے تو کسی کی خطاب یا عہدہ کی اپنے لیے کوشش کرتے جس کا ملنا بہت آسان تھا مگر انہوں نے کبھی بھی اس کی خواہش نہیں کی۔ بہر حال کانگریس۔

اہم سوال اس وقت علامہ کی ریلے کا ہے۔ بعض حضرات کانگریس میں شرکت کو نتیجہ دیتے ہیں۔ دوسرے حضرات مسلم لیگ میں شامل ہونے پر زور دیتے ہیں۔ حضرات علامہ کے اس اختلاف سے محروم کر لے کر نامنا مشکل ہے۔ اس لیے یہ امر دریافت طلب ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک دونوں مذکورہ بالا جماعتوں میں سے مسلمانوں کو کونسی جماعت



میں شریک ہونا چاہیئے“ (۱)

اس خط کے جواب میں مولانا تھانوی نے تحریر فرمایا کہ دونوں جماعتوں میں شرکت کے بارہ میں مختلف اوقات میں مختلف جگہوں سے سوالات پوچھے جاتے تھے مگر چونکہ مسلم لیگ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں اس لیے مسلم لیگ کو سوالات بھیجے گئے ہیں تاکہ حالات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ ”مسلم لیگ کے بارے میں آپ نے فرمایا“ اس میں کوئی شک نہیں کہ فضا حاضرہ میں مسلمانوں کو شدید استحکام کے ساتھ منظم ہونے کی ضرورت ہے اور ان کے تمام منافع و مصالح کی حفاظت اور تمام مفاد و مضار سے صیانت ایسی تنظیم پروقوف ہے۔ ”مولانا کی رائے میں اس وقت کوئی بھی سیاسی جماعت ایسی نہیں تھی جس کو صحیح معنوں میں اسلامی کہا جاسکے۔ اس لیے ان حالات میں مسلمان اس جماعت میں شریک ہو سکتے تھے جس کی کم از کم اصلاح کی گنجائش تو موجود ہو۔ مسلم لیگ بھی اسی سرے میں آتی تھی۔ اس لیے مسلم لیگ کے متعلق اپنی رلنے کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے لکھا ”حالات کی تحقیق کے بعد بیڈم بولہ ہے کہ مسلم لیگ کے تقاضے برفہم ہیں ہے اور کانگریس کی اصلاح ناممکن ہے۔ پس اس اصل کی بنا پر شرح صدر کے ساتھ میری یہ رائے قائم ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو توکل اور اطمینان کے ساتھ مسلم لیگ میں داخل ہونا چاہیئے اور بعد میں حتی الوسع اس کی اصلاح میں لگ جانا چاہیئے۔“ (۲)

ایک صاحب نے مولانا تھانوی سے مندرجہ بالا معنوں کے متعلق فرمایا کہ آپ کا یہ معنوں بہت ہی گھٹا ہوا اور سب پہلوؤں کا جامع تھا۔ اس پر مولانا نے فرمایا ”میں کوئی

۱۔ امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص ۵۸۰-۵۸۴

۲۔ الانفاخت الیومیہ جلد ہفتم ص ۲۴۳

تو نہیں کرتا کیونکہ یہ میرا مسئلہ کہاں لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ وہ تو وہی عبارت ہے کیونکہ راست کے دو بجے دفتر بلا کسی دعوے کے درخواست میں تقاضا پیدا ہوا کہ اس وقت بیچ کر لکھ۔ اور میں اسی وقت بیچ کر بلا ساختہ عبارت ذہن میں اتنی گئی بلاتامل قلم برداشتہ لکھتا چلا گیا۔ (۱)

مولانا تھانوی نے بعد میں بے شمار موقعوں پر اس بات کی وضاحت کی کہ مسلم لیگ کی حمایت میں نے اس بنا پر کی چونکہ اس جماعت میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لیے کانگریس کی نسبت اس جماعت کی اصلاح ممکن اور آسان ہے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۶ء کو لکھنؤ میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ”میں نے برآمدان کیا ہے اس میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے مگر صرف طور پر لکھ دیا ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں قابل اصلاح ہونے کے اصلاح ہیں۔ بال مسلم لیگ نسبتاً کانگریس سے اچھی اور بہتر لکھی ہے۔ لہذا اس میں اصلاح اور درستی کی نیت سے شریک ہونا چاہیئے۔ میں کانگریس کو اندر سے کے شائبہ بھٹتا ہوں اور مسلم لیگ کو کانے کے شائبہ اور ظاہر ہے کہ اندر سے پر کانے کو تزیج ہوگی مثلاً سخی کو کوکھ کے کی ضرورت ہو اور اتفاقاً دو کوکھ میں ایک انھا ایک کا نا تو وہ کس کو کوکھ کے کا لیتنا کانے کو۔ میں اسی بنا پر میں مسلم لیگ کا حامی ہوں۔“ (۲)

مولانا تھانوی مسلم لیگ کی حمایت کے اعلان کے بعد اس کی ہر ممکن اصلاح میں مصروف ہو گئے۔ ایک مجلس میں قدردان گفتگو فرمایا خود بھی اس کی مسلم لیگ کی اصلاح کا برابر سلسلہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ عام رسائل بھی اور خاص ذمہ داروں کے نام خطوط بھی جاتے رہتے ہیں

۱۔ امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص ۵۸۴

۲۔ ”اصول البرارہ“ ص ۱۳۰، ۱۳۱



ابھی لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کا وفد روانہ کیا۔ غرض مجھ سے جتنا ہو سکتا ہے لیگ کے ذمہ دار حضرات کو یون کی بار تبلیغ کر رہا ہوں۔<sup>(۱)</sup>

اب مولانا تھانوی مسلم لیگ کی ترقی اور اصلاح کے کس قدر خواہاں تھے اس کا اندازہ مولانا کے اس بیان سے برکت تک ہے جو انہوں نے کانپور میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو یون یز خداد کے سلسلے میں جاری کیا۔ مولانا کا یہ بیان روزنامہ ”عصر جدید“ نکلنے میں شائع ہوا۔ مولانا نے اس بیان میں اس حادثہ پر گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کیا۔

مولانا نے مسلم لیگ کو تمام مسلمانوں کی ناخندہ جماعت قرار دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ مسلم لیگ کا مقصد مسلمانوں کی تنظیم اتحاد و اتفاق اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا ہے۔ مولانا نے مسلم لیگ کے دشمنوں کو ”ہمارے دشمن“ کے نام سے یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ ”وہ مسلم لیگ کی سرسبزی اور کامیابی کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے“ اس موقع پر شاذ و کا پڑ مسلم لیگ کے چند ارکان نے مسلم لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ مولانا نے ان حضرات کے طرز عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ ایسے حضرات کو لیگ چھوڑنے کی بجائے چاہیے تھا کہ مسلم لیگ سے اپنی شکایات رفع کرنے کا مطالبہ کرتے اور ان کے نزدیک اس میں جو کمزوری ہو اس کی اصلاح کی کوشش کرتے۔ مولانا نے مسلم لیگ کو چند دشمنی مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت قرار دیتے ہوئے مسلمانوں سے اسے حق الامکان اور مزید مضبوط اور طاقت ور بنانے کی اپیل کی تاکہ مسلمانوں کے حقوق ان کے جان و مال اور مذہب و اخیار کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔ مولانا نے تمام مسلمانوں کو ”مخلصانہ اور صریحاً“ مشورہ دیا کہ وہ جماعت مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کا یہی حکم ہے کہ مسلمان ایک ہی جماعت میں شامل رہیں۔<sup>(۲)</sup>

(۱) روزنامہ ”عصر جدید“ دہلی، ۲۰، جنوری ۱۹۳۸ء

اب مولانا نے کھن کر مسلم لیگ کی حمایت کرنا شروع کی۔ مولانا کا مسلمانوں کو مشورہ تھا کہ وہ کانگریس سے علیحدگی اختیار کریں اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس کی اصلاح کریں۔ مولانا نے تھا: بھون میں مسلم لیگ کی شرح کھینے کی اجازت دے کر مسلم لیگ میں اپنی گہری دل چسپی کا واضح ثبوت فراہم کیا۔<sup>(۱)</sup>

## بھانسی لیکشن

کانگریس اور مسلم لیگ کا پہلا مقابلہ ۱۹۳۷ء میں بھانسی کے مقام پر ہوا۔ یہ بیڑ موقع تھا کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان بانامہ مقابلہ کی صورت پیدا ہوئی تھی۔ جوں جوں ایکشن کے دن نزدیک آ رہے تھے بھانسی کے مسلمان مسلم لیگ کے بارے میں مولانا تھانوی کی رائے جاننے کے لیے بہت مضطرب تھے۔ ایکشن کی تاریخ نزدیک آنے پر بھانسی کے مسلمانوں نے مولانا تھانوی سے بذریعہ تاریخ دریافت کیا کہ آیا مسلم لیگ کو ورٹ دینا جائز ہے۔ اس مرحلہ پر مولانا تھانوی نے مولانا شبیر علی اور مولانا فخر احمد عثمانی کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ مولانا تھانوی نے ان دونوں اصحاب کو کہا کہ مسلم لیگ بٹے لوگوں اور زمینداروں کی جماعت ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اگر جماعت غالب آگئی تو یہ اسلامی نظام رائج کریں گے یا نہیں۔ اگرچہ میں مسلم لیگ کو کانگریس سے بہتر جماعت سمجھتا ہوں لیکن پھر بھی میرے دل میں شبہ ہے۔ اس پر مولانا فخر احمد عثمانی نے فرمایا کہ آپ اس نوع کا تاویدیں کہ کانگریس کو ورٹ دود۔ مولانا تھانوی کو یہ مشورہ پسند آیا اور آپ نے اسی مضمون کا تار بھانسی بھیجا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی اور کانگریس

(۱) ہفتہ وار انقلاب (لاہور) ۷ اپریل ۱۹۳۸ء ص ۱۱



کو اس معرکہ میں شکست اٹھانی پڑی۔ مولانا ظفر علی خان نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔<sup>(۱)</sup>

جیسے کہ وہی خدا نے فتح ہمیں

کھا گرس کہ شکست، فاکشس ہوئی

مولانا شرکت علی اور مولانا مظہر الدین یہ خوشخبری سناتے مولانا کے پاس تھانہ بھرن حاضر ہوئے اور آپ سے فرمایا، ”گو ہمارے پاس مذلاباں تھیں نہ ہی دوسرا ساز و سامان لیکن آپ کے تارنے، لیکشن، کانسرپٹ دیا۔ ان دونوں حضرات نے کامیابی کی خوشی میں تھانہ بھرن میں جلسہ کرنے کی اجازت چاہی۔ مولانا نے صرف جلسہ کی اجازت ہی بلکہ مولانا ظفر احمد عثمانی کو فرمایا کہ آپ میری طرف سے تقریر کریں۔“<sup>(۲)</sup>

یہ جلسہ یکم اپریل ۱۹۳۸ء کو منعقد ہوا اور اس میں تقریباً دس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ مولانا ظفر احمد نے مولانا تھانوی کا بیان پڑھ کر سنایا۔ اس بیان میں مولانا تھانوی نے جلسے میں خود دشمنالی ہونے پر معذرت چاہی لیکن ساتھ ہی یہ کہہ کر اس بات کی تلافی کر دی کہ ”میں دل سے آپ کے ساتھ ہوں اور مسلم لیگ کے قاعدہ سے متفق اور اس کی ترقی و بہبود کے لیے دعا گو ہوں۔“ مولانا نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی ہمت کے موافق مسلم لیگ کی ترقی اور شرعی حیثیت سے اس میں جو غامیاں ہیں اس کی ملاح کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ ساتھ ہی مولانا نے مسلمانوں کو یہ بھی مشورہ دیا کہ انجیل اس حقیقہ سے پرستار ایمان رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کی ترقی کا لازماً صرف اور صرف شریعت کی

۱۔ ظفر علی خان چغتائی، ”کتبہ کاروان لاہور“، ۱۹۶۷ء/۸۱

۲۔ مکتوب گرامی مولانا ظفر احمد تھانوی، نام رقم ۱۲، تاریخ الاول ۱۳۸۷ھ

اتباع میں منہر ہے اور اتباع شریعت کے بغیر مسلمانوں کی حقیقی فلاح و بہبود ناممکن ہے مولانا نے مذہب اور سیاست میں تفریق کے یورپی نظریہ پر کڑی نگاہیں کرتے ہوئے اس نظریہ کو ”سراسر باطل“ اور ”یورپ کی دھڑکتے ہوئے کاثرہ قرار دیا۔ مولانا کا کہنا تھا کہ اس وقت ہر قوم نے ترقی کی ہے۔ دراصل انہوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ہی اس منزل کو حاصل کیا ہے۔ مولانا نے اس امر پر انھوں نے اس کا اظہار کیا کہ دوسری اقوام نے مسلمانوں کے شعاع اختیار کر کے ہر میدان میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیے اور مسلمانوں نے ان شعار کو ترک کر کے اپنی بربادی کا سامان خود ہی پیدا کر لیا۔ مولانا نے دریافت کیا کہ آیا تنظیم و دیانت، امانت، اتحاد و ایثار، عدل، وفائے عہد، مادی، کفایت شعاری، انتظام، جفاکشی، محنت اور خدمت، قوم اور قومی نشان کی حفاظت، ان تمام چیزوں کا نام پرلام اور مسلمانوں سے پہلے کسی نے سنا تھا۔ یہ صرف مسلمانوں کے گھر کی دولت تھی جس سے وہ آج کو قوموں کو رہیں اور دوسری قومیں ان اصولوں کو مضبوطی سے تھامے ہوئی ہیں۔“

مولانا نے مسلمانوں کی اس روش پر سخت افسوس کا اظہار کیا کہ وہ اپنے قومی اور مذہبی نشانات کو فراموش کرتے جا رہے ہیں اور دوسری قوموں کی تقلید اور ان کی جیسی وضع قطع اختیار کرنے میں ذرا برابر بھی ہچکچ اور شرم محسوس نہیں کرتے۔ مولانا کے نزدیک اتحاد و ظاہری کا باطنی اتحاد پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے اس لیے جو قوم ظاہر میں یکجہت نہیں رکھتی وہ باطن میں بھی متحد نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے مسلم لیگ کے عہدہ داران اور ذمہ داروں کا یہ مشورہ دیا کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تاکہ عوام کی اصلاح کا کام آسان ہو سکے۔ مولانا نے ان کانگریسی مسلمانوں کے طرز عمل پر بھی کڑی نگاہیں کی جو ہندوؤں کی تقلید میں اپنے مذہبی اصولوں تک کو قربان کرنے کو تیار تھے۔ مولانا نے انہیں یاد دلایا کہ وہ ہندوؤں



کی قربانیاں میں تقلید کرنے کو تیار رہتے ہیں مگر اس معاملے میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ ہندو اپنی ”قومی وضع“ اور قومی نشانہ کے کس درجہ پابند ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ”عاطفی مذہب“ کے معمولی شکار بھی کسی کی خاطر نہیں چھوڑتے اور مسلمان اپنے آسمانی مذہب کے بڑے سے بڑے شکار کو محض ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے چھوڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

مولانا نے مسلمانوں کو یہ اصول ذہن نشین کر لیا کہ جنگ خواہ آئینی ہو یا غیر آئینی مسلمانوں کو خدا کے علاوہ کسی اور امداد کی ضرورت نہیں اور امداد الہی کی شرط احکام الہی کی پابندی ہے۔ مولانا نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ خدا کے فرماں پر وار نہ رہے بن جائیں وہ خدا کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ اسی صورت میں تائیدِ قیامی ان کا ساتھ دے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ماضی کی طرف لوٹیں اور ہر شخص پر حکم الہی کی پابندی کو اپنے ذمہ لازم سمجھ لے۔<sup>(۱)</sup>

### تبلیغی وفد بابت آل انڈیا مسلم لیگ

مولانا تھانوی کی آل انڈیا مسلم لیگ میں دلچسپی کا اعلازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے نہ صرف مسلمانوں کی اس واحد نمائندہ جماعت کے حق میں فتاویٰ جاری کیے بلکہ مسلم لیگ کی افواج کی غرض سے ایک نئی وفد اس کے اجلاسوں میں روانہ کئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا وفد ۲۴ جون ۱۹۳۸ء کو ترتیب دیا گیا۔ یہ جون ۱۹۳۸ء کو پہلی ہی آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہونا طے پایا تھا۔ مولانا تھانوی نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی کی زیر قیادت ایک وفد بھیجے کا فیصلہ کیا۔ اس وفد کے دوسرے اہلکار

۱۔ روزنامہ ”موجودہ“، دہلی، ۱۱ اپریل ۱۹۳۸ء/۲۰

میں مولانا شبیر علی تھانوی اور مولانا عبدالحکیم گھٹولی شامل تھے۔ مولانا تھانوی نے مندرجہ ذیل خط کے ذریعے نواب اسماعیل خان کو وفد کی روانگی سے مطلع کیا۔

”محکم و محترم نواب محمد اسماعیل خان صاحب صدر یو پی مسلم لیگ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وکرامہ! نامہ بدست وصل بگڑی موصول ہوا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ الحمد للہ آپ نے بھی شرکتِ عمار کی اہمیت کو محسوس کیا۔ حسب مشورہ ایک خط آج مولانا شوکت علی کی خدمت میں اس وفد کے قیام وغیرہ کے انتظام کی بابت لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حضرات کھانے کا انتظام خود کریں گے۔ قصہ یہ ہے کہ یہ وفد انشاء اللہ یکم جون کو یہاں سے روانہ ہو کر تین جون کو ممبئی کی ایکسپریس سے ممبئی پہنچیں گے۔ امید ہے کہ جناب والا اس وفد کی شرکت کے لیے مشر محمد علی جناح اور دیگر اراکین مسلم لیگ سے اس درمیان قیام معاملات ضرور طے فرمائیں گے۔“ (۱)

اس موقع پر مولانا تھانوی نے مولانا شبیر علی تھانوی کو چند ہدایات بھی دیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جناح صاحب سے جو باتیں کرنی ہیں وہ میں نے لکھ کر مولانا شبیر احمد عثمانی کو دے دی ہیں وہ امیر القعد بھی ہیں اور گفتگو کا سلیقہ بھی ان کو بہتر ملتا ہے۔ لیکن اگر تم کو بھی کسی سے گفتگو کا موقع مل جائے تو گفتگو میں اس بات کا لحاظ رکھنا کہ گفتگو نرم ہو۔ اختلافی مسائل درمیان میں نہ آئیں۔ اگر مخالفت اختلافی مسائل درمیان میں لانا چاہے تو بہ لطافت اہل اس سے گریز کرنا اور دوسری گفتگو شروع کر دینا اگر مخالفت کے کسی عمل کے متعلق تنقید کرنا ہرگز وہ تنقیدی نہ ہو بلکہ ہمدردانہ اور تبلیغی ہو، الفاظ بھی نرم ہوں۔ جواب ایسا دینا چاہیے کہ مخالف سمجھ سکے جس کی میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں فتح پور سے ہمدہ آ رہا تھا۔

۱۔ شخصی حوالہ جن فقیر پاکستان اور طائے ربانی رشتہ کی لکڑی لاہور ۲۵/۱۹۷۶ء - ۶۶۔



ریل میں مٹی گڑھ کے کچھ فوجوان سوار ہوئے۔ مجھے وہ پھلتے نہ تھے مگر شکل سے مولوی بھگت کرکھنے لگے کہ مولوی صاحب شریعت میں کتابا کیوں منع ہے۔ حالانکہ اس میں بہت سی معفیات موجود ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علی گڑھ میں قوی ہمدردی کا بہت زور تھا۔ اب اگر میں ان کے سامنے شرعی مسائل بیان کرتا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات بیان کرتا تو بحث کا دروازہ کھل جاتا اور وہ قصد کہ ان کے دل میں کتابت کرنے کی برائی پڑ جاتے حاصل نہ ہوتا۔ اس لیے میں نے ان سے کہا کہ کتے پالنے کی ساری معفیات تم مگر ایک عیب ایسا ہے کہ ساری معفیات پر پانی پھیر دیتا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کونسا وہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس میں قوی ہمدردی نہیں ہے۔ اپنی قوم کے کسی فرد کو دیکھتا ہے تو فوراً لڑنے لگتا ہے۔ اس پر بہت غصہ ہوتا ہے تو اس کا لٹا کر ہے کہ قصد ہوتا ہے نہ جانے پالنے لیکن خطاب کے فہم کا بھی منور خیال رکھا جائے۔ اتفاق سے مولانا شبیر احمد عثمانی کی والدہ صفت بیمار ہو گئیں اور یوں اس وفد کی روانگی کا معاملہ مشکوک ہو گیا چنانچہ مولانا تھانوی نے مندرجہ ذیل خط میں نواب اعلیٰ خان کو لکھا کہ ”جناب کو اس سے قبل اطلاع دی گئی تھی کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں ہم جن کو عہدہ کا دفتر شامل ہو گا اور جناب نے اس کے لیے سرت کا اظہار فرمایا تھا اور شبیر احمد عثمانی قبول فرمائی تھی مگر اتفاق سے مولانا شبیر احمد عثمانی کی والدہ کی علالت نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ اس لیے مولانا موصوف کی روانگی بھی ممکن ہو گئی ہے جس کی اطلاع جناب کو دینی ضروری ہے۔ وقت پر تار دے دیا جائے گا کہ دفتر روانہ ہوا یا نہیں۔ چونکہ وفد کی روانگی قطعی طور پر طے نہیں کی گئی۔ اس لیے احتیاطاً آپ جلد انتظامات درست فرمائیے میں دریغ نہ کریں۔“

۱۔ شبیر احمد عثمانی اور علامتہ مہائی / ص ۶۹

بہر حال یہ وفد مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک نہ ہو سکا۔

### آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس پٹنہ اور مولانا تھانوی کا تاریخی بیان

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۲۵ء کو پٹنہ میں منعقد ہوا۔ چونکہ اس سے قبل بھی ایک بار ملکا کا وفد بھیجا تجویز ہوا تھا مگر اسے عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا اس لیے اس مرتبہ مولانا تھانوی نے مولانا رفیع الرحمن کی زیر قیادت ایک وفد ترتیب دے کر آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ میں شرکت کے لیے روانہ کیا۔ وفد کے دیگر ارکان میں مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبد الجبار، مولانا عبد الغنی مولانا عظیم حسین شامل تھے۔ اس وفد نے پٹنہ سیشن میں شرکت کی اور قائد اعظم کو مولانا تھانوی کا پیغام پہنچایا۔ مولانا شبیر علی تھانوی نے اس سلسلے میں لکھا کہ ”جب ہم پٹنہ پہنچے تو ہمارے بعض ساتھیوں نے جلسہ میں شرکت ہونا چاہا مگر میں نے کہا کہ ہم اس وقت آزاد نہیں بلکہ حضرت کے فرزند ہیں جب تک جناح صاحب سے گفتگو نہ ہو اور ہم دیکھ لیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ہم جلسہ میں شرکت نہیں کر سکتے۔ میں ابھی نواب زادہ لیاقت علی صاحب کے پاس جاتا ہوں اور ان کی معرفت مسٹر جناح سے وقت گفتگو مقرر کرتا ہوں۔ لہذا میں نے واپس آکر جناح صاحب سے وقت لیا اور اسی روز پانچ بجے ملاقات کی۔ ہم سب جناح صاحب کے پاس ٹھیک پانچ بجے پہنچے۔ اوپر پہنچے جناح صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے ہم کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب سے مصافحہ فرمایا ایک گھنٹہ کی گفتگو میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے تبلیغ سے قانع



ہو کر اگلے روز دفتر نے مولانا تھانوی کے نمائندوں کی حیثیت سے مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس اجلاس میں مولانا تھانوی کا تاریخی بیان پڑھ کر سنایا گیا ۱۵۔

مولانا ظفر احمد عثمانی جو اس وفد کے ممبر اور جنہوں نے اس تاریخی اجلاس میں مولانا تھانوی کا پیغام پڑھ کر سنایا تھا۔ اس واقعہ کے متعلق راقم کو تحریر فرمایا ۱۶۔ اس وفد نے اجلاس سے ایک دن پہلے عصر کے بعد قائد اعظم سے ملاقات کی اور ان سے فہمائش کی تھی کہ مسلمان مذہبی قوم ہیں جب تک سیاست کے ساتھ مذہب کو شامل نہیں کیا جائے گا کامیابی نہیں ہوگی۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جب تک نمبر سیاسی رہے۔

قوم پر اثر نہ ہوا اور جب مذہبی رنگ میں رنگے گئے قوم پر اثر ہوا۔ آپ بھی مسلم لیگ میں مذہب کو شامل کر لیں تو کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ سیاست کو مذہب سے علیحدہ رکھا جائے۔ ہم سب کو یہ قیورپ کی سیاست ہے۔ اسلامی سیاست یہ ہے

کو خلیفہ اسلام اور قائد حزب نماز کا بھی امام تھا۔ اور جنگ میں بھی فاتح ہوتا تھا۔ جب تک مسلمان اچھے رہے یہی صورت رہی جب سے اہل سیاست نے مذہب کو چھوڑا تو نزل ہو گیا۔ مصطفیٰ کمال نے مذہب کو چھوڑا تو ترکی سلطنت مختصر رہ گئی۔ جب تک مذہبی شان تھی خلیفہ اسلام کی بڑی سلطنت تھی اور بڑا عجب تھا۔

امان اللہ خان نے مذہب کو چھوڑا تو قوم نے علیحدہ کر دیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مولانا اقبال نے سفر افغانستان سے واپسی پر یہی بات ارشاد فرمائی کہ "امان اللہ نے جیسے مذہب کو چھوڑا تو تخت بھی ہاتھ سے گیا۔ اس گٹھ جو قائد اعظم پر اثر ہوا اور اگلے روز انہوں نے کھلے اجلاس میں اپنی تحریر میں کہا کہ اسلام تھا تو عبادات، معاملات اور سیاست کا

محبوب ہے۔ اس تقریر کو مولانا مظہر الدین مدیر الامان نے اپنے اخبار میں اس نوع کی سرخی کے ساتھ شائع کیا تھا۔ مولانا سکیم الامت تھانوی کی روحانیت کی تاثیر اور قائد اعظم کی تقریر۔ قائد اعظم سے ہم نے یہ بھی کہا کہ ہم یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ اہل سیاست بڑے ترقی اور پرہیزگار بن جائیں مگر یہ درخواست ضرور کریں گے کہ مسلم لیگ کے ذمہ دار ارکان نازی ضرور بن جائیں اور کل نماز جماعت کے ساتھ دعا کریں۔ قائد اعظم نے کہا کہ اس پر ٹھیکرا ہوگا کہ امام دیوبندی ہوتا یا سنی یا شیعہ۔ ہم نے کہا آپ صرف یہ اعلان کر دیں کہ ہم نماز باجماعت پڑھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا مسلم لیگ کا املاکس دو بجے یہ اعلان کر کے ملتوی ہو گیا کہ نماز ظہر کے لیے اجلاس ملتوی ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی شمس رام بنے قائد اعظم نے تقریر کیا ایک لاکھ مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کی ۱۷۔

اگلے روز خلیفہ مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کی جہاں مولانا ظفر احمد عثمانی نے مولانا تھانوی کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ جمیل الدین احمد صاحب جو کہ تحریک پاکستان کے سرکردہ کارکن۔ قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے متعلق کتابوں کے مصنف اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبر رہ چکے ہیں اور جنہیں ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۶ء تک مسلم لیگ کے تمام سالانہ اجلاسوں اور اکثر جلسے جلسوں میں شرکت کا اعزاز حاصل ہے۔ مولانا تھانوی کے اس پیغام کے بارے میں تصدیق کرتے ہوئے راقم کو لکھا کہ "جہاں تک مجھے یاد ہے پٹنہ کے مسلم لیگ کے اجلاس میں مولانا اشرف علی تھانوی کا ایک تحریری بیان بتائیے مسلم لیگ تقسیم ہوا تھا۔ مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ وہ پڑھ کر سنایا گیا تھا یا نہیں" (۲)

۱۷۔ مکتوب ظفر احمد عثمانی نام راقم مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ مکتوب جمیل الدین احمد بنام راقم ۵ دسمبر ۱۹۶۵ء



### مولانا تھانوی کا تاریخی بیان

مولانا تھانوی کا یہ تاریخی بیان پڑھا جس میں مولانا خطر احمد عثمانی نے پڑھ کر سنایا۔  
 اختر باد جو اپنی برزخ کی نااہلیت کے محض محبت و غیر غراہی سے سب مسلمانوں کی خدمت  
 میں عموماً اور حضرات اہل ایک کی خدمت میں خصوصاً عرض کرتا ہے کہ اس وقت بوجہ  
 خاص انقلاب کے جس چیز کی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے وہ اجتماع اور تنظیم ہے۔  
 اللہ تعالیٰ سے حضرات اہل ایک کے لیے دعا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کا احساس کر  
 کے اس کا انتظام دل و جان سے شروع کیا اور میں نے اس کے قبل بھی اس کا احسان  
 و اہمیت ظاہر کرنے کے لیے تنظیم اہلین کے نام سے ایک نئے شائع کیا ہے اور اس پر  
 یہاں تک معلوم ہوا ہے بے غرضتہ تعالیٰ شرعاً و عہدہ بھی ایک کافی درجہ میں مرتب ہوا لیکن  
 جس بنیاد پر جی چاہتا تھا ابھی اس کا انتظار ہے۔

حضرات اس وقت مسلمانان ہندوستان جس دور سے گزر رہے ہیں اور جن مشکلات  
 کا ان کو سامنا ہو رہا ہے باخبر طریقہ اس سے بخوبی واقف ہے اور خدا کا شکر ہے کہ عام  
 مسلمانوں کے احساسات اس وقت بیدار ہو چکے ہیں۔ ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے  
 لیے اپنی فہم و فراست کے موافق مدبران ایک نے کچھ اسباب بھی اختیار کئے ہیں اور  
 مقام مسرت ہے کہ وہ ان اسباب میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں جو اس کی دلیل ہے  
 کہ ان کا پہلا قدم صحیح رہسہ پر پڑا ہے غلط راستہ نہیں چلا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا  
 پہلا قدم اتفاقاً صحیح راستہ پر پڑ گیا ہے یا آپ نے قرآن کریم اور سنت نبویہ کی روشنی میں  
 اس کو اختیار کیا ہے۔ بہر حال جو صورت بھی ہو اس کے لیے آپ ستم صوابک بادیں۔

### پہلا قدم مسلمانوں کی جدالگاہ تنظیم

آپ کا یہ پہلا قدم مسلمانوں کی جدالگاہ تنظیم  
 ہے جس کی سخت ضرورت تھی اور اس کی  
 ضرورت سے کسی عاقل کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ثابت  
 ہو چکا ہے کہ جو قوم اپنی مستقل تنظیم نہ رکھتی ہو وہ دنیا میں باقی نہیں رہ سکتی بلکہ دوسری  
 اقوام میں منقسم اور خجرب ہو کر کالعدم ہو جاتی ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ مسلمانوں  
 کی مستقل تنظیم کی یہی صورت ہے کہ تمام مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے جمع ہجائیں  
 کیونکہ غیر اسلامی جھنڈے کے نیچے صرف مشترک تنظیم ہی ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی  
 مستقل تنظیم نہیں ہو سکتی۔ اور مشترک تنظیم کا نفع ہمیشہ اکثریت کو پہنچتا ہے۔ اقلیت  
 کو اس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا اگر وہ اپنی مستقل تنظیم سے محروم ہو۔ پس مدبران ایک  
 نے بڑی دانش مندی سے کام لیا کہ مسلمانوں کی جدالگاہ تنظیم کا اہتمام کیا کہ اس کے  
 بعد ہی مشترک تنظیم سے ان کو نفع ہو سکتا ہے ورنہ وہ ہمیشہ دوسروں کے حاشیہ پر وار  
 ہو کر ان کے دم و دم پر رہ جاتے اور کچھ دنوں بعد ان کی ہستی فنا ہو جاتی۔

یہی وہ چیز ہے جس کی طرف آیت کریمہ میں لفظ جندنا سے اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ  
 جند لفظ کرہتے ہیں اور لشکر اجتماعی شان سے بنتا ہے۔ انفرادی حالت میں کسی قوم  
 کی خواہ وہ کتنی ہی شمار کھیتی ہو لشکر نہیں کہا جاسکتا اور اللہ کا لشکر وہی ہو سکتا ہے  
 جو اللہ کے نام پر منظم ہو ورنہ پستی یا قوم پرستی کے نام پر منظم نہ ہوا ہو۔

یہ پہلا قدم تھا جو علم ایک نے صحیح اختیار کیا۔ اس کے بعد ایک قدم آگے بڑھانے  
 کی اور ضرورت ہے جس کے بعد کامیابی اور غلبہ کا سہرا آپ کے سر ہو گا۔ خدا کرے کہ آپ کا  
 یہ دوسرا قدم بھی صحیح راستہ پر ہو اور اگر آپ نے قرآن کریم کی ہدایات اور سیدنا رسول کریم



صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اپنے سامنے رکھا اور اسی کو مشعل راہ بنایا تو کوئی دشمنیں  
 کہ آپ دوسرے قدم پر غلطی سے دوچار ہوں۔ مسلمانوں کو کسی کے اتباع یا تقلید کی  
 ضرورت نہیں ان کے گھر میں وہ سب دولتیں جمع ہیں جن کو فلاح اور کامیابی میں  
 دخل ہے۔ مگر انہوں نے یہ کہ مسلمان دوسری قوموں کی تقلید کر کے ترقی کرنا چاہتے  
 ہیں۔ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کر کے ترقی کرنا نہیں چاہتے ہیں حالانکہ  
 دوسری قوموں کے ذرائع ترقی سے کفار کراؤ کر رہی کہ ترقی ہو سکتی ہے مسلمانوں اور اسلام  
 کو ترقی نہیں ہو سکتی۔ مگر مسلمان مسلمان رہ کر اسلامی ترقی چاہتے ہیں تو ان کو اپنے ماضی کی  
 طرف لوٹنا چاہیے اور قرآن کریم اور اسوہ جبر کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ  
 فرماتے ہیں وَ اِنْ جُنَدْنَا لَنَهْلِكُ الْغَلْبَتَيْنِ یٰقِیْنُ ہمارا لشکر بھی ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ یہ  
 اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور نہایت محکم وعدہ ہے جو کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ تاریخ شاہد ہے  
 کہ اللہ تعالیٰ کا لشکر بھی ہمیشہ غالب رہا ہے وہ کسی سے کبھی مغلوب نہیں ہوا اور کبھی اگر لڑنے  
 خلافت ہوا تو اس کا سبب صرف یہی تھا کہ اس لشکر کے خدائی ہونے میں کچھ کمی تھی۔

**دوسرا قدم یہ ہے کہ مسلم لیگ اللہ کا لشکر بن جائے** | پس مسلم لیگ کو دوسرا قدم  
 اس طرح اٹھانا چاہیئے کہ

اس لشکر کو جسے اس نے اللہ کے نام پر منظم کیا ہے صحیح معنوں میں اللہ کا لشکر بنادے اس  
 کے بعد یقیناً وہی غالب اور وہی فتح مند ہوگی اور اس کے سرکامیابی کا سہرا ہمارا ہے حضرات  
 آپ نے ترقی کے بہت سے اسباب سنے ہوں گے۔ بہت ذرائع سوچے ہوں گے۔  
 بہت سے راستے اختیار کئے ہوں گے۔ دورا کس راستہ کو بھی آزما لیجئے جس کا تجربہ آپ  
 کے اسلاف نے ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک کیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک

وہ اس راستہ پر قائم رہے ہمیشہ غالب و کامیاب رہے اور جس دن اس راہ سے ہٹے  
 اسی وقت سے زوال اور پستی ان کے سامنے آگئی یہاں تک کہ قریب اس حال کو پہنچ گئی  
 جو ہمارے اور آپ کے سامنے ہے۔ تو کیا اب بھی ہم کو اپنے ماضی کی طرف لوٹنے میں کسی  
 دوسری حالت کا انتظار ہے۔ بلکہ اپنے حال پر دم کریں اور اس سے زیادہ اپنے کو تخریب  
 نہ بنائیے۔

**اللہ کا لشکر کیوں کر بنتا ہے** | اس کے بعد مجھے کہنے دیجئے کہ صحیح معنوں میں  
 اللہ کا لشکر کیوں کر بنتا ہے حضرات اس کے

لیے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس لشکر کا ہر فرد جس طرح زبان سے  
 اللہ اکبر کہتا ہے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا جانتا ہو۔ اللہ کا بول بالا کرے اور  
 اس کو راضی کرنے کے سوا کسی دوسری چیز کا طالب نہ ہو۔ خود پسندی اجاہ پسندی۔ نام اور  
 عزت کا طالب نہ ہو نہ کسی عہدہ کا خواہش مند ہو۔ ہر شخص خواہ وہ صدر ہو یا نائب صدر  
 قائد ہو یا سائق اپنے کو اللہ کے لشکر کا سپاہی سمجھتا ہو اور جو کام اس کے سپرد کیا جائے  
 اس پر راضی ہو۔ حضرت خالد بن ولید کو ایک وقت تمام حکام کو اسلام کا قاتل قرار دیا گیا  
 جاتا ہے تو اس عہدہ کے فرائض بخوبی انجام دیتے ہیں۔ دوسرے وقت اس منصب سے  
 معزول کر کے سپاہی بنا دیے جاتے ہیں تو پہلے سے زیادہ اسلام کی خدمت کا حق ادا  
 کرتے ہیں۔

**دوسری شرط** | یہ ہے کہ ہر لشکر آیتِ اَعْلٰی الْکُفٰرِ مَجْمَاۃً بِیْنِکُمْ وَکُمْ کا  
 مصداق ہو۔ آپس میں ہیر پان ہمدرد ہوں اور کافروں کے

مقابلہ میں محنت ہوں۔ اس لشکر کا کوئی فرد اگر نہ پرست ہو نہ ہندو پرست، نہ ہوا پرست



بلکہ سب خدا پرست ہوں۔

صحیح معنی میں اللہ کا لشکر بننے کی تعمیری شرط یہ ہے کہ اس لشکر کی وضع اور شان ایسی ہو جس کو دیکھ کر ہر شخص پہچان لے کہ یہ اللہ کا لشکر ہے اس کی وضع دشمنانِ جہنم کی وضع سے ممتاز ہو۔ اس کی شان اللہ کے باغیوں کی شان سے الگ ہو۔ اس کا شان اللہ کے نافراہوں کے شان سے جدا ہو۔

**تعمیری شرط کی اہمیت** حضرات یہ مسئلہ محض مذہبی نہیں بلکہ سیاسی مسئلہ بھی ہے۔ ہر نظامِ سلطنت میں ہر شعبہ کے لیے کوئی نہ کوئی خاص نشان (یونیفارم) مقرر ہے۔ ہر سلطنت کا خاص نشان رکھتی سلطنت کے نشان سے جدا ہے اور جس قوم نے جب کبھی ترقی کی ہے اس کی کوشش رہی ہے کہ اس کا نشان (یونیفارم) اس کا کلچر اس کا مذہب، اس کی زبان دوسروں سے ممتاز رہے۔ جو قوم اپنے نشان (یونیفارم) کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوم میں منہذب ہو کر فنا ہو گئی۔ مجھے اس مسئلہ کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ سیاست دان طبقہ اس سے بچوئی واقف ہے۔ اس معاملہ میں کانگریسی لیڈروں کی فہم و فراست کی داد دینی چاہیے کہ انہوں نے مسلمانوں میں کانگریس کی طرف دعوت دینے اور ماسک کلنگٹ کے کام کے لیے ایسے مبلغ تجویز کیے ہیں جن کی شکل و صورت بالکل اسلام کے مطابق ہوتی ہے اور نازکے پابندی ہوتے ہیں تو کیا مسلم لیگ جو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ اس کے مبلغ بھی وضع اسلامی اور نازکے پورے پابند ہوں کیونکہ مسلمانوں کا عام طبقہ سیاست کو بعد میں سمجھتا ہے۔ صورت کو پہلے دیکھتا ہے۔ مجھے اس مقام پر آپ سے یہ کہنا ہے کہ اسلام نے اور اسلام کے مکمل اور کامل کرنے والے خدا

نے اسلام کے بادی مہدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ایک خاص نشان تھوکر کیا ہے جس کی حفاظت اس کے ذمہ ضروری ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کوشش کی مخالفت کرنا 'فادھی' ٹھکانہ کو فہم نہیں کرتا اور جس نے کوئی چیز دترشوائیں وہ ہم میں سے نہیں، اور اس میں تو کسی مسلمان کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروہ مبارک پر دلاؤ بھی جتنی رحمت کی دیش مبارک کے تبرک بالی تو آج بھی تبرکاتِ نبویہ میں بعض جگہ محفوظ ہیں۔ بس ایک مسلمان کو فطرت اور عقل کے اعتبار سے لازم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آقا اپنے محبوب اپنے بادی حبیب راگ ڈھنگ چال چلن سیرت نمیشن وغیرہ ناسے ادا اپنے آقا اور پیروہ کے دشمنوں کے فیشن اور طرز سے پرہیز کرے عقل و فطرت کا ہمیشہ ہی اتفاق رہا ہے۔

**چوتھی شرط** اللہ کے لشکر کے لیے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سب کے سب نازکے پورے پابند ہوں۔ حضرات جنگ آزمینی ہر یا غیر آزمینی مسلمان کو بجز خدا کے کسی کی امداد کی ضرورت نہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کا ہر فرد اللہ کے لشکر کا سپاہی رہا مسلمان ہمیشہ غالب رہے کیونکہ خدا کی امداد ان کے ساتھ تھی اور جس کے ساتھ خدا ہوا کسی کی ضرورت نہیں ہوتی اور امداد الہی کی شرط احکام الہی کا اتباع ہے۔ مسلمانوں کی ناکامی کا اصل سبب حب دنیا اور قلتِ تقویٰ ہے اللہ کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

حضرات مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔ دنیوی اسباب و ساز و سامان میں نرل سے ہر زمانہ نہیں کم رہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ باوجود قلت کے وہ ہمیشہ اکثریت پر بھاری رہے اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اللہ کی مدد ان کے ساتھ تھی خدا ان کا تھا وہ خدا



کے تھے۔

حضرات میں آپ کو ترکی یا مصری یا افغانی و ایرانی اسلام کی طرف نہیں بلکہ اس لیے کسی کو ان ممالک کی نظائری پیش کرنے کا کوئی حق نہیں۔ میں تو آپ کو اس ترقی کی طرف بلاتا ہوں جو ساڑھے تیرہ سو برس پہلے مسلمانوں کو نصیب تھی جس نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور اس کے لیے ترک دنیا کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ضرورت ہے کہ مسلمان دنیا کا غلام نہ ہو اللہ کا غلام ہو۔ جب مسلمان اللہ کا غلام ہو جائے تو دنیا کی تمام طاقتیں اس کی غلام ہو جاتی ہیں۔ آپ اس راستہ پر چل کر تو دیکھیں انشا اللہ آپ ہی غالب اور بلند و بالا کیاب ہوں گے کیونکہ یہ وہ حربہ ہے جس کا توڑ مخالفت کے پاس نہیں وہ آپ کے ہر حربہ کو توڑ سکتا ہے مگر اس کے پاس اس کا کچھ جواب نہیں کہ احاطہ حق خداوندی کے بعد خدا کی مدد آپ کے ساتھ ہوگی اور اس کے ساتھ نہ ہوگی۔

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا دین جامع اور مکمل ہے۔ اس میں سیاست، عبادت اور معاملات سب داخل ہیں۔ جہاں آپ معاملات میں اقتصادی و تجارتی و صنعتی ترقی کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ سیاسی مسائل میں تجاویز منظور فرماتے ہیں وہاں صرف تجاویز میں نہیں بلکہ عمل میں عبادت کا لحاظ بھی فرماتے اور اس کے ساتھ ایک ایسی مجلس شوریٰ کو مسلم لیگ میں شامل فرماتے جو خالص دینی مسائل میں آپ کو مشورہ دے سیاسی اقتصادی مسائل میں وہ اور اس کا حلقہ اثر جبریت و تبع ہے آپ کی منظور شدہ تجاویز پر دل و جان سے عمل کرے گا۔

حضرات یہ ظاہر ہے کہ آپ کو تمام مسلمانوں کی تنظیم کرنی ہے اور بہت زیادہ مسلمان توجہ ہیں جن پر اب بھی ظلم کا اثر زیادہ ہے۔ جب وہ یہ دیکھیں گے کہ ملکی مجلس شوریٰ آپ

کے دوش بدوش کام کر رہی ہے۔ آپ کے نظام کے اندر داخل ہے۔ آپ کے اجتماعات میں شامل ہو رہی ہے وہ آپ کی تجاویز پر عمل پیرا ہے اور آپ اس کے مذہبی شعروں پر عمل ہیں تو اس سے محرم و خواص میں وہ عظیم انظیر اتحاد پیدا ہوگا جس کی مثال ہندوستان میں صدیوں سے تاجید ہے اور کم لیگ ایک ایسا سیاسی تحقیقی طاقت و تنظیم حاصل کرے گی جو ہم میں سے ہر مسلمان کا دلی مقصد ہے۔

اس کے ساتھ مجھے امید ہے کہ آپ عمل کے درجہ میں مندرجہ ذیل امور کا بھی خاص لحاظ فرمائیں گے میرا خیال ہے کہ جس قدر ملحد خواص ان امور پر عمل کریں گے۔ اسی قدر عوام میں اس تحریک کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوگی۔

۱۔ شہرطان ممبر کلہ اسلام کو باجمعی یا کرے اور دوسروں کو یاد کرانے۔ ۲۔ ہر مسلمان ممبر خود بھی لازم پڑھے اور دوسروں کو نمازی پڑانا اپنے ذمہ ضروری سمجھے۔ ۳۔ جماعت کی پابندی کی جائے تاکہ مساجد بھی آباد ہوں اور ممبران لیگ کو عبادت المسلمین سے ارتباط ہو۔ ۴۔ جن مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو ادا کرنے کی ترغیب دی جائے جس سے غریب کو لیگ کے ساتھ جمدوی بھی ہوگی اور ان کا انکلاں بھی کم ہوگا۔ ۵۔ ہر مسلمان ممبر رمضان کی پابندی کرے۔ اگر مسلم لیگ نے ان معروضات پر توجہ کی اور ان کو اپنے مفاد میں داخل کر لیا اور کسی سب کمیٹی کے حوالہ کر کے معاملہ کو التوا میں ڈکڑا لیا کہ آج کل کی سیاست کا اصول ہے بلکہ جلد از جلد اس پر عمل شروع کر دیا تو آپ غور و فکر کی آنکھوں دیکھ لیں گے کہ لیگ کو چار چاند لگ جائیں گے اور اس کو دن دوئی رات چوٹی ترقی ہوگی۔ اس کے بعد میں آپ کی توجہ ایک خطہ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ مسلمان عورتوں کے ازدواج کا خطہ ہے جو بعض مقامات پر سوڈان روجے نا ہر اس ہے۔ لیکن عورتیں سب اپنے شوہروں کا نظم و حور



یا ان کے حقوق و الجبر ہو جاتے یا شوم ہر کے نام و یا مجبور ہونے کی وجہ سے عاجز اور پریشان ہو جاتی ہیں اور عقد نکاح سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا کیونکہ ہندوستان میں دارالافتاء موجود نہیں ہے جو ان مشکلات کا صحیح حل تھا تو وہ اسلام سے مترد ہو کر کسی دوسرے مذہب میں چلی جاتی ہیں۔ اس خطرہ کے انسداد کے لیے آئینی میں ایک بل پیش کیا گیا تھا جو ضلع بل یا کاغذی بل کے نام سے موسوم ہے جس میں ایک دفعہ یہ لکھی گئی تھی کہ مسلمان عورت کے مقدمات نکاح و طلاق وغیرہ کے لیے حاکم مسلم کی عدالت مختصہ میں کی جائے کیونکہ حاکم غیر مسلم کا فیصلہ اس باب میں لخوا اور کا عدم ہے۔ مگر اس سے نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے اور نہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ یہ بھی کہ مسلمان شادی شدہ عورت مترد ہو جائے تو وہ نکاح فسخ پر تورا پے شوہر کے نکاح میں رہے گی اگرچہ اس کے ساتھ مباشرت جائز نہ ہوگی مگر نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ ازدواجی شہبہ کی وجہ سے نہیں ہوتا لہذا اس کو محض فسخ نکاح کا آلہ بنایا جاتا ہے ہیں امید تھی کہ انگریز حکومت جو قومی حکومت ہونے کی دعوے دار ہے۔ مسلمانوں کی مشکلات کا احساس کر کے اس بل کو کامیاب بنائے گی مگر واقعی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور اس کی سلیکٹ کمیٹی کے ہاتھوں اس بل کا جو حشر ہوا وہ اخبارین طبقہ سے مخفی نہیں کہ وہی دفعتاً جو اس بل کی جان تھیں اس میں سے خارج کر دی گئیں جس کے بعد یہ بل مسلمانوں کے لیے بجائے مفید ہونے کے مضر ہو جائے گا۔ مسلم لیگ کو سلیکٹ کمیٹی کے اس فیصلہ کے خلاف قوت سے آواز بلند کرنا چاہیئے خاموش نہیں رہنا چاہیئے اور جب تک یہ بل کامیاب نہ ہو برابر کوشش میں لگا رہنا چاہیئے۔ مسلم لیگ کو قوت اور تیزی کے ساتھ عمل کی طرف توجہ دینا چاہیئے جس کی کمیوں اور تجاویز پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے۔ بس یہی کامیابی کا راز ہے بشرطیکہ عمل شریعت کے موافق اور نیت خالص اللہ کے واسطے

ہو۔ اب اس دعوے پر اس پیام کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ سب مسلمانوں کو اپنے دین کی خدمت کا جذبہ عطا فرمائیں۔ ہماری پیشوں میں خلوص اور عمل میں برکت اور تدبیر میں کامیابی عطا ہو۔<sup>۱</sup>

### فاتحہ عظیم محمد علی جناح مولانا تھانوی کی نظر میں

تحریک پاکستان کے دوران میں علامہ حضرات کی ایک کثیر تعداد پاکستان کے حالات کیسپ میں جا بیٹھی تھی اس کیسپ میں جہاں کچھ عالم ایسے تھے جن کا مقصد غلوں پر مبنی تھا وہاں کچھ نام نہاد علماء ایسے بھی تھے جو دینی علم میں صغیر اور سیاست کی اجمہ سے نا آشنا کین مسلم لیگ کی قیادت پر شرعی اعتراض کرنے میں پیش پیش تھے اور قائد اعظم کو کافر و عظمیٰ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

یہ عجیب جن اتفاق ہے کہ علامہ کی ایک جماعت نہ صرف تحریک پاکستان کی دل د جان سے حامی بلکہ قائد اعظم کے بارے میں نہایت اعلیٰ خیالات رکھتی تھی مولانا تھانوی اس جماعت کی قیادت کر رہے تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح اور مولانا تھانوی کے درمیان باقاعدہ خطوط کتابت کا سلسلہ جاری تھا جیسا کہ مولانا تھانوی کے مندرجہ ذیل مخطوطے ظاہر ہے۔ اس مخطوطے سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ مولانا تھانوی قائد اعظم کے بارے میں نہایت عمدہ رائے رکھتے تھے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو مولانا تھانوی نے ایک مجلس میں دوران گفتگو فرمایا: ”جس زمانہ میں مسلم لیگ اور کانگریس میں مخالفت کی گفتگو ہو رہی تھی میں نے ایک

۱۔ ”خطاب مسلم لیگ“ (مجلدات انکیشک پریس سہارن پور ۱۳۵۷ھ) شمارہ مطروح اسلام آباد،

۱۹۳۹ء/ص ۶۵-۶۶۔ روزنامہ ”مصر صمد“ کلکتہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۶+۱۔



خلا مسلم لیگ کے صدر جناح صاحب کو اس مضمون کا لکھا کہ مخالفت میں چونکہ مسلمانوں کے امور دینیہ کی مخالفت نہایت اہم اور ضروری ہے آپ شرعی مسائل میں اپنی رائے کو قائل نہ کریں بلکہ مقتضی سے پرچہ دیا کیجئے۔ اس پر انہوں نے نہایت شرافت سے جواب دیا اور اطمینان دلایا کہ آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔<sup>(۱)</sup>

ایک خط نامہ محکم کی طرف سے لکھا گیا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ کو ظہر الدین بنیر جواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب سے گفتگو کرنے کا موقع ملا اور میں یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوا ہوں کہ آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کے مقصد اور پروگرام سے پوری ہمدردی ہے مجھ کو آپ کا خط ملا لیکن موجودہ متعدد مشاغل اور عدم حاضری کیبھی کے سبب آپ کو اس سے قبل جواب دے سکے۔ چند نکات جو میرے سامنے پیش کئے گئے ہیں میں نے ان کو بغور تحریر کر لیا ہے اور میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ میں ان کے متعلق آپ سے ضرور مشورہ کروں گا جب وقت آئے گا۔ آپ کی مہربانی۔<sup>(۲)</sup>

خوش قسمتی سے اسلام آباد میں محفوظ قائد اعظم کے کاغذات میں مولانا تھانوی کا ایک اور خط نامہ قائد اعظم دستاب ہوا ہے۔ یہ خط سنہ ۱۹۲۳ء میں لکھا گیا۔ مولانا تھانوی کے دل میں قائد اعظم محمد علی جناح کے لیے جس قدر محبت اور احترام موجود تھا۔ اس خط کا ایک ایک لفظ اور سطر اس کی نشاندہی کر رہا ہے کہ ہندوستان کا ایک جید عالم دین قائد اعظم کے الطاف نامہ آئے کو فخر سمجھ رہا ہے۔ خط کا متن ملاحظہ ہو۔

محرمی و محرمی دم مجیدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الطاف نامہ نے مسرور و منور اور غلیظ

۱۔ افادات اشرفیہ در سائل سیاسہ ص ۹۶

۲۔ مفتی محمد شفیع مجلس نیکم الامت (دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۲ء) ص ۱۸۰

مطبوع فرمایا۔ دل سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اسلام کی قوت کا ذریعہ بنا دیں۔ میں بکثرت دعائیں مشغول رہتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ واقعی جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے آپ کے بہت سے شامل ہیں اور بہت اہم ہیں اور میں ایک منٹ کے لیے بھی گوارا نہیں کرتا کہ ان میں کسی درجے کا بھی حرج ہو۔ اس بنا پر بلا تکلف عرض کرتا ہوں کہ میری عرضات کے جواب نے جیسے کامیابیت کا اہتمام د فرمایا جائے۔ میں انتظار نہ کروں گا صرف اس کی اجازت دینا کافی ہوگا کہ کسی وقت کوئی مفید بات میرے ذہن میں آئے تو اس کو عرض کر دیا کروں اور وہ آپ کے پیش نظر رہے۔ البتہ اگر میرے لائق کوئی خدمت یا مشورہ کی غرض سے کوئی استفادہ جہاں میں ذہن عالی میں آدے تو الطاف نامہ آئے کو فخر سمجھوں گا۔<sup>(۱)</sup>

مولانا تھانوی نے ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا "میں خواب بہت کم دیکھتا ہوں مگر جب دیکھتا ہوں تو اکثر صحیح ہوتا ہے۔ میں نے خواب دیکھا کہ یاسینان تشریف لائے ہیں۔ اور کچھ حضرات کریوں پر بیٹھے ہیں۔ یہ علماء و صلحا ہمارے گروہ تھا۔ میں نے دیکھا تو مسٹر جناح بھی ایک عبا پہنے اس گروہ میں کرسی پر بیٹھے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مسٹر جناح اس گروہ میں کس طرح شامل ہو گئے ہیں تو ملاحظہ کیا کہ بزرگ نے جواب دیا کہ مسٹر جناح آج کل مسلمانوں اور اسلام کی بہت خدمت کر رہے ہیں اس لیے ان کو یہ اعزاز بخشا گیا ہے۔ یہ خواب کلکتہ کے اخبار عصر جدید میں بھی شائع ہوا تھا۔

مولانا تھانوی قائد اعظم محمد علی جناح کو پکارا راج مسلمان اور اسلام کا خادم سمجھتے تھے اس کی تائید مولانا ظفر علی خان نے اپنی ایک نظم جلالوی میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔



اس نظم میں ان علماء پر طنز کی گئی جو متحدہ قومیت کے حامی تھے اور مائذ عظم کے مذہبی ججانت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھے۔<sup>(۱)</sup>

وطن جس کی رو سے ہے بنیاد قوت میں اس کی شرح کی کر بای پیری ہوں  
سکھاتا ہے جو ناچنا اور گانا میں اس درد کا بڑا مولوی ہوں  
مجھے لگ سے اس لیے دشمنی ہے وہ عبدالصادی ہیں عبدالقوی ہوں

سمجھ لوں میں جینا کو کیونکر مسلمان

کوئی میں بھی اشراف علی تھانوی ہوں

### علیحدہ مملکت کا تصور اور آرزو

مولانا تھانوی مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے قیام کے خواہش مند تھے اور اسی لیے بار بار اپنے محفوظات میں اپنی اس خواہش کا اظہار فرماتے رہے۔ آپ کے محفوظات کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کے نزدیک مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا قیام ان کے تمدن، مذہب اور رسوم و رواج کے تحفظ کے لیے کس قدر ضروری تھا۔ اس کے لیے آپ نے بار بار مسلمانوں کا مرکز کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مولانا عبدالماہودریا آبادی کے خیال میں علیحدہ مملکت کا تصور سب سے پہلے حضرت تھانوی کے یہاں ہی متا گیا۔ آپ نے اس سلسلے میں تحریر فرمایا کہ ”یادکر لیجئے کہ ۱۹۲۶ء کا زمانہ تھا اور ایک مخاطب روزنامہ ہمدرد کا ڈائریکٹر تھا۔ صبح اور دوپہر کی طویل صحبت میں سیاسی پہلوؤں پر گفتگو آجاتا ناگزیر باتھا گفتگو کوئی حضرت نے اتنی معقولیت سے گفتگو کی

۱۔ مولانا ظفر علی خاں چغتائی، دکنہ کاروان لاہور ۱۹۶۹ء، ۱۳۶۵/۱۳۴۳

کہ ساری برگنائیاں دور ہرگز نہیں۔ پاکستان کا تخیل، خالص اور اسلامی ریاست کا خیال یہ سب آدائیں بہت بعد کی ہیں۔ پہلے پہل اس قسم کی آدائیں یہی کانوں میں پڑی تھیں۔ مولانا تھانوی نے اپنی ایک مجلس میں دہلیان گفتگو فرمایا ”جو اہل چیز ہے کہ مسلمانوں میں دینی پیدا ہو۔ ان کی قوت ایک مرکز پر جمع ہو ان کا کوئی امیر ہو اس کا کہیں نام و نشان نہیں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمان مضبوطی کے ساتھ اپنے دین کے پابند ہو جائیں اور اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کر لیں اور جس کو اپنا خیر خواہ سمجھیں اس کو اپنا امیر بنالیں اور اس کے مشورے پر عمل کریں تو پھر ان کو کسی کی شرکت کی ضرورت نہ ہو نہ ان کو کسی سے غوث کی کوئی ضرورت ہوگی۔“ (۲)

۱۹۲۶ء میں ایک انتخاب کے سلسلے میں مسلم لیگ نے اتحاد بھران میں طے بند کر لیا۔ اس جلسے کی انعقاد کی اجازت خود مولانا تھانوی نے مرحمت فرمائی تھی۔ اسی جلسہ میں مولانا کے ایک خادم خاص حافظ جلیل احمد شروانی نے بھی شرکت کی، جلسہ کے اختتام پر حافظ صاحب نے مولانا تھانوی کو جلسہ کی کارروائی سے آگاہ کیا، حافظ جلیل احمد نے لکھا ”پس احتقر مبارک بیان سن کر اور کثیر الاجتماع جلسہ سے فارغ ہو کر خانقاہ میں حاضر ہوا تو دوپہر کا وقت تھا۔ دیکھا کہ حضرت مرشدی حکیم الامت سردی میں رونق افروز ہیں۔ اس جلسہ کا حال بیان کیا اور اس دوران مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر حضرت نے ایک تقریر فرمائی۔ اس تقریر کے دوران میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ ملاں صاحب اس زمانے میں میرے پاس وہ مضمون لکھ کر لائے جو اس جلسہ میں میری

۱۔ حکیم الامت ص ۳۳

۲۔ الاناشات الہدیہ جلد اول ص ۸۵



طرف سے پڑھا گیا تو اس مضمون کے اندر لکھا کہ جب لوگوں کو نماز کی ترغیب دی جاتی ہے تو وہ جواب میں بیل کہتے ہیں کہ خالی نازد رنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ لوگ یورپ کے لامعہ کے عقیدہ ہیں مسلمانوں کا عقیدہ دروں ہی چیزوں پر موقوف ہے۔ میری یہ طے آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے۔

اس کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کو تال کی اجازت ہجرت کے بعد ہوئی اس کی کیا وجہ ہے۔ تال کی اس قدر ضرورت تھی کہ وجہ تک ہجرت نہ ہوئی اس وقت تک اجازت نہ ملتی تھی۔ آخر نے بیان کیا کہ مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہ تھا اور سامان نہ تھا ارشاد فرمایا "اچھی ہتھیار تو خود تال سے لیے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کو وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز کوئی نہ تھا اور جہاں کے لیے مرکز ضروری ہے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو مرکز حاصل ہو گیا تب اس کی اجازت ہوئی۔ اب اس وقت بھی مسلمانوں کے لیے دشواری یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز نہیں لہذا سخت ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز قائم ہو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ان کے اندر کوئی ایسا راجعہ نہیں ہو جو زمین و مکان کی

ہر ایک کو دین دوسرے سیاست میں سے ان کے اندر بہت جی ہو۔" (۱)

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ایک مجلس میں فرمایا "معلوم نہیں ان تحریکات کا انجام کیا ہوگا مگر مجھ کو ابھی امید ہے کہ انشاء اللہ خیر عظیم کا غہور ہرنے والا ہے۔ میں ابھی تک یابوس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہایت اس وقت کا مقصد لکھا کہ وہ اوشیا ملین آسمان پر جاتے تھے تو سارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے تھے۔ نقل فرمایا ہے وانا لسناری اشرار ویمین فی الارض ام اراد بظہور بظہور شد ایسی ہی ہم نہیں جانتے کہ اس نئے نظام سے کیا

ظہور پذیر ہوگا۔ اس سے ابلی زمین کو ضرر پہنچے گا یا اللہ تعالیٰ ان کو نفع پہنچا چاہتا ہے میں بالکل اسی طرح ان تحریکات میں دونوں احتمالات ہیں کہ نہایت کا بہ مشورہ عمل خیر میں تردد کا تھا اور یہ راجعہ عمل خیر میں تردد کا تھا مگر میرا خیال یہی ہے جو میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ میری دلی تمنا اور دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت عارضہ مسلطہ قائم فرماوے اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ (۲)

### آرمی بل

۱۹۳۷ء میں دوسری جنگ عظیم کے بادل مطلع سیاست پر منڈلانا شروع ہو گئے تھے۔ ہنگری بڑھتی ہوئی جارحانہ کارروائی نے تمام دنیا کو پریشان دسرا سیر کر رہا تھا چنانچہ حکومت ہند کو بھی یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر یورپ میں جنگ چھڑ گئی تو ہندوستان میں فوجی بھرتی کا کام وسیع پیمانے پر کرنا پڑے گا۔ ہندوستان میں فوجی بھرتی کا سب سے بڑا مرکز پنجاب تھا جہاں انگریزوں نے جسے جسے زمینداروں اور جاگیرداروں کا تانہ بن رکھا تھا تاکہ ان کی راعیت سے فوجی رٹیں لیں اور ہندوستان میں برطانوی حکومت کو کوئی خطہ لائق نہ ہو۔ پنجاب کے ذریعہ عظیم سرکندر ریاست نے ان محدود حالات میں حکومت ہند کو ایک تحریک پیش کی کہ فوجی بھرتی کی مخالفت کرنے والوں کو سزا دی جائے تاکہ طاعنی حکومت کو فوج ہیا کرنے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ حکومت ہند نے ہنگرت

۱۹۳۷ء کو مرکزی اسمبلی میں فوجی بھرتی کا قانون بنانے کی غرض سے ایک بل پیش کیا۔

ادھر آل انڈیا مسلم لیگ نے اس بل کی حمایت کرنے کا فیصلہ کیا اور مسلم لیگ پارلیمانی



پارٹی کی طرف سے میر غلام بھیک نیرنگ، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان اور قائد اعظم محمد علی جناح نے اس پارٹی کی حمایت میں قراردادیں کیں۔ اس کے برعکس کانگریس نے اس پارٹی کی مخالفت کی۔ پارٹی پر تقریر کرتے ہوئے مولانا جیلانی فریسانی نے پارٹی کی حمایت کرنے والوں کو ”قادر“ قرار دیا۔<sup>(۱)</sup>

لیکن کانگریس کا اصل مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ ہندوستانیوں کو جنگ میں جھونکنے کی مخالفت کر رہی تھی بلکہ اس کی اسسٹنٹ کارروائی کے پیچھے یہ صلیحت کارفرما تھی کہ فرج میں مسلمانوں کا تناسب کم کیا جائے۔ اس کا ثبوت اس بات سے مل جاتا ہے کہ جس زمانہ میں ہندوستان میں آرمی بل پر بحث و فیصلہ کا سلسلہ جاری تھا اس زمانہ میں برطانوی حکومت نے ہندوستانی فرج کی از سر نو تنظیم کے مسئلے میں ایک رپورٹ تیار کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی قائم کی۔ یہ کمیٹی نومبر ۱۹۳۲ء میں بمبئی پہنچی، اگرچہ مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے اس کمیٹی کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا مگر اس کمیٹی کے صدر جے بی بی پیٹے کو گورنر بھیجے گئے انہیں مطلع کیا کہ صوبے کے گورنر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ دونوں وزیر راجی جی کھیر (در کے ایم فشی) لارڈ ہیشامپٹن سے ملے اور ان سے مل کر کیا کریا ادا کر دی۔ آپ ہندوستانی فرج میں مسلمانوں کو اتنی کثرت سے بھرتی کر رہے کیا ہندو رنگے ہیں۔<sup>(۲)</sup> کانگریس چاہتی تھی کہ فرج میں صرف مسلمانوں کا تناسب کم کیا جائے، مگر ہندوؤں کو زیادہ سے زیادہ صوبے اور تھامب ملیں۔ لیکن وہ اپنے اصلی ارادوں کو ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا کہ ”میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ

۱۔ جمالی قومی حدود جلد ۱۹۳۸ ص ۴۶-۴۷

۲۔ جمالی قومی حدود جلد ۱۹۳۸ ص ۴۹

اس پارٹی کا تعلق قطعاً فرزندارادہ مسئلہ سے نہیں اور اس بحث میں فرزند چرچ کا شمار نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ تاہم میں کانگریسی میروں کی تقریروں کا اس بحثہ نظر سے گزر رہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خاص طور پر مسلمانوں کو اپنے جوش بیان کا بہت زیادہ استعمال کیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے جذبات سے اپیل کی ہے کہ ہمیں انہیں ڈرانے دھمکانے اور طعنہ قیض سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے اور کانگریس مسلم لیگ کے میروں کو ڈانٹ مار رہی ہے۔ چونکہ مسلم لیگ اس پارٹی کی حمایت کر رہی تھی اس لیے بڑے شہرہ سے یہ پراپیگنڈہ کیا گیا کہ چونکہ مسلم لیگ کانگریس کی حامی اور ہندوستان میں ان کے مستقل قیام کی خواہش مند ہے اس لیے وہ اپنی پارٹی کی حمایت کر رہی ہے۔ کانگریس کا گورنر ہاشمیگندہ مولانا جیلانی نے بھی پرتیجا۔ چنانچہ آپ نے اصل صورت حال سے کانگریس کی غلط فہمیاں اظہار کے پاس مولانا شبیر علی خان فری، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا ظفر احمد عثمانی پرنسپل ایک رزمہ بھیجا اس رزمہ نے قائد اعظم کی ملاقات کی اور اس مسئلے میں مسلم لیگ کے موقف کی صحت سے آگاہی ملی مولانا ظفر احمد عثمانی نے راقم کو اس ملاقات کے متعلق لکھا کہ ”آرمی بل کی کانگریس نے مخالفت اور مسلم لیگ نے موافقت کی تو اس پر بہت بے دہی ہوئی تھی اگر مسلم لیگ سرکار پرست ہوا ہے، حضرت حکیم الامت نے اس کی تحقیر کے لیے ایک رزمہ دہرائی ہے۔ ہم نے قائد اعظم سے پوچھا کہ آپ اس پارٹی کی حمایت کیوں کر رہے ہیں۔ قائد اعظم کا جواب تھا کہ کانگریس اپنی پارٹی کی مخالفت نہیں کر رہی ہے بلکہ وہ غیر طعنا لگاتی ہے کہ فرج میں آبادی کے تناسب سے بھرتی کی جائے کہ بلکہ اس وقت سکاٹل فی مسلمان فرج میں ہیں اگر آبادی کے تناسب سے بھرتی کی جاتی تو مسلمانوں کی تعداد کم ہو جاتی ہوتی۔ اگرچہ انہوں نے کہا کہ اس وقت جو صورت حال ہے اس کو بڑا مشکل ہے۔ اس رزمہ دہرائی کو اکثر مسیحی نے کہا تھا کہ ہمارے مسیحی کالج میں اچھے فوٹبالر بہا ہیں۔



ایک سال میں آپ کو ایک لاکھ تریسٹ یا فتر فوج لی جائے گی۔ انگریزوں نے کہا کہ یہیں لو اس وقت ضرورت ہے غلطو سر پر ہے۔ انھار شور ہے۔ تاعاً غم نے فرمایا کہ انقلاب آنے والا ہے۔ ہندوستانی فوج میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوئی تو مسلمانوں کا قتل عام ہو جائے گا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ فوج میں مسلمانوں کی ہر اکثریت قائم ہے وہ قائم رہے۔ اس لیے اس نے کوئی بل کی حمایت اس شرط پر کی تھی کہ مسلمان فوج کو مسلمانوں کے مقابلے میں بھیمہ جاتے جس کو حکومت نے منظور کر لیا اور فوج میں مسلمانوں کا ہر تناسب تھا اس کو بھی بد طور قائم رکھنے کا حکومت نے وعدہ کیا۔ اس وجہ سے اس نے اس بل کی حمایت کی۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان فوج میں زیادہ سے زیادہ ہندو اور ان کو تو یہ ہندو چلا آجائے۔

تاعاً غم کے اس بیان سے دندھن ہو گیا۔ بعد میں تھا نہ بھون واپس پہنچ کر سب ممبروں نے دندھن کو بھانوی کا اصل صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا اگر اب معوم ہوا کہ جناح صاحب نے اس بل کی مخالفت انگریزوں کی ہمدردی میں نہیں کیا مسلمانوں کی ہمدردی میں کی تھی؟<sup>(۱)</sup>

### مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر قتل کی دھمکی

مولانا تھانوی نے جب آل انڈیا مسلم لیگ کی شروعات شروع کی تو مخالفت گریپ میں اس کا شدید رد عمل ہوا۔ دوزار الامان کے ایڈیٹر مولانا مظہر الدین پہلے ہی قتل کئے باپکے تھے۔ اس سلسلے میں مولانا تھانوی کو بھی ایک دھمکی آمیز خط لکھا گیا کہ آپ راہی مولانا تھانوی کا نام ملتا ہے۔

جس میں کہا گیا کہ آپ نے مسلم لیگ کی حمایت جاری رکھی تو آپ قتل کر دیا جائے گا یہ گناہ خط ۱۳ اپریل ۱۹۲۹ کو لکھا گیا۔ اس کے لکھانے پر مولانا تھانوی نے غم غم کی ہر تھی اور تھا نہ بھون کے ڈاک خانہ کی دہراپریل کی ہرگی ہوئی تھی۔ اس تہمدی خط میں لکھا گیا کہ ”مولوی اشرف علی تھانوی یہ بات ہمارے لیے بہت تشویش اور شرم کی ہے کہ کانگریس، جمعیت العلماء ہند، احرار اور مومن کانفرنس کی تمام کوششوں کے باوجود مسلم لیگ کا فتر قائم کام میں پھیلنا جاری ہے اور آپ نے ملار کے خلاف مسلم لیگ کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کا بہت اثر ہوا ہے۔ اب ہماری پارٹی مسلم لیگ کے مومنین مولویوں کو دھرا چکھانے کے لیے میدان میں آگئی ہے۔ اس لیے آپ کو بھی ناکیدی نوٹس دیا جاتا ہے کہ آپ ایک ماہ کے اندر اندر اپنا فتویٰ واپس لے لیں اور حضرت امیر المومنین مولانا حسین مدنی کا مسکا۔ قبول کرو اور کانگریس کی حمایت کر دوز بھون اور پورا شین رکھو کہ تم کو بھی مولانا مظہر الدین الامان داسے کی طرح ہماری مخالفت میں ذبح کر دیا جائے گا۔ یہ قسم اور ایمانا اطلاع بھیجی جاتی ہے۔ ایک ماہ کی مدت غنیمت جانتا۔ ایک ماہ نہ ارسہ یہاں کی انتھاری کر کے ہمارا آدمی روز ہو جائے گا جو پستول اور پھر سے تم کو قتل کئے گا پھر مردوہ جنازہ جناح اور بدعتی مولوی یا یونی کی باری ہوگی۔ چھٹی کو دیکھا نہیں ہے فقط کانگریس زندہ باوجود جمعیت العلماء ہند زندہ باد۔“<sup>(۱)</sup>

### قیام پاکستان کی پیشین گوئی

مولانا تھانوی نے صرف مسلم لیگ کی تائید میں فتویٰ جاری کیے اور اپنے مومنین

۱۔ انادات اشرفیہ رسائل سیاسی ص ۴۴



اور اسباب کو مسلم لیگ کی عملی امداد کی تلقین کی گئی۔ ۱۹۲۵ء میں اپنے بارہ بیٹی سید احمد عثمانی سے قیام پاکستان کے متعلق پیشگوئی بھی فرمادی تھی سید احمد عثمانی نے راقم کو اس واقعہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ”علیم الامت بھر سے باپ کی طرح شفقت فرماتے تعلیم کے سلسلے میں کم و بیش میرا ان کا ساتھ ایک ہی گھر میں بارہ بیٹے و سال رہا اور بیٹی میں جو حضرت سے دوسرے لوگ نہیں کہہ سکتے تھے میں گستاخ کہہ دیتا اور مجرم بہت حمل سے ان کے دشمن و بیچ بچو کر کے مانتے یاد رکھ دیتے تھے جس واقعہ کی آپ کو بتاؤں وہ یہ ہیں ہے کہ چند عداوت، مجھ سے مولانا غفر احمد عثمانی کے مکان پر سیاسیات پر گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے دوران گفتگو میں کہا کہ جب تک غدار ملک کو ختم نہ کیا جائے گا کاسیالی مشکل ہے۔ اس پر علی ساجد صاحب نے فرمایا کہ آپ تو نارکسٹ ہیں غرض ہماری گفتگو ہماری ہی شہرہ صاحبہ نے سنی۔ ظاہر ہے بھائی کی طرف سے ان کو پریشانی ہوئی۔ ان دنوں میری سہارنپور کانگریس سے بہت جلی ہوئی تھی۔ میں ڈسٹرکٹ بورڈ سہارنپور میں ملازم تھا۔ کانگریسی میرے سخت ملامت تھے اور اس زمانہ میں مجھ کو معطل کیا ہوا تھا۔ ہمیشہ و صاحب نے میری تمام گفتگو حضرت سے بیان کر دی۔ اس رات تقریباً ڈھائی تین بجے حضرت نے مجھ کو بلا کر کیا اور فرمایا کہ کیا تم اس گاڑی سے جاؤ گے جو مارٹھے تین بجے جاتی ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا ضروریات سے فارغ ہو کر مجھ سے مل لینا ضروری بات کرنی ہے۔ میں سخت پریشان ہوا کہ کیا بات ہوگی جلدی سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چکی پر قبضہ رو کر اپنے اوراد میں مشغول تھے۔ مجھ کو دیکھ کر اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا ”مجھے تمہارے خیالات کا علم ہوا گھر لانے کی کوئی بات نہیں مجھے بہت سے مجنوں نے بتلایا ہے کہ اسلامی سلطنت ۱۹۴۲ء میں قائم ہو جائے گی۔“ (۱)

۱۔ مکتوب گرامی سید احمد عثمانی صاحب بنام راقم ۱۰ جنوری ۱۹۶۹ء

## آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کی دعوت

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۲۳ اپریل ۱۹۴۳ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ مسلم لیگ کی طرف سے مولانا تھانوی کو اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ دعوت نامے میں آپ سے استدعا کی گئی کہ آپ اس موقع پر تشریف لا کر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایت فرمائیں تو بہتر ہے لیکن اگر حضور تشریف دلا سکیں تو اپنے نمائندہ کو بھیج کر منگور فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے حسب سے خیر مسلمانوں کے دلوں کو سمجھ کر دے اور ہمارا مطالبہ پاکستان ہمارے ماکر اسلامی سلطنت قائم ہو سکے۔“ (۱)

مولانا تھانوی اس زمانہ میں سخت بیمار تھے اس لیے آپ نے شرکت سے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل خط تحریر کیا۔

”از ماکارہ آوارہ رنگ انام اشرف ہلئے نام۔ بخدمت ارکان مسلم لیگ نصر محمد اللہ والنصر محمد اللہ انت سلام علیکم؛ لیگ کے حرام معلوم کر کے اس آیت پر عمل کی توفیق ہوئی قل بفضل اللہ وبرحمۃ فیذا لک فلیفرحوا“ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ مقرر ہوتا تو اس آیت پر عمل کرتا۔“ انفس واخفا فافوا لثفا لک لیکن مقرر کے سبب اس شخص پر عمل کی اجازت مل گئی۔“ لیس علی الضعفاء وعلی المرضی ولا علی الذین لا یجیدون ما ینفقون۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس آیت کا شرف حاصل ہو گیا کہ اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو انشاء اللہ قیامت تک آنے والی انسانوں کے لیے پیام عمل ہے۔ ایک بیروہ المسلمین شخصی اصلاح کے لیے دوسری میانہ المسلمین جمہوری نظام کے لیے ان کے

۱۔ خواجہ عزیز الحسن مخدوم، خاتم السوانح راقم شمار اللہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۱۷۱/۱۷۲۔



مستائیں اپنے مزارع پر گونگیں بیجیں مگر سنگین ضرور ہیں جس میں وہی فرق ہے جو ذوق اور غالب کے اشعار میں اور محمود خان اور محمد صادق کے نسخوں میں ہے اور نائبر وہ کام نہیں کر سکتا جو یہ کتابیں کر سکتی ہیں۔ مگر شرط عملی ہے جیسے اعلیٰ درجہ کا مائلم بولیں جس بھارتی ہے مگر نتیجہ خیز نہیں۔ یہ نفع اس وقت ظاہر ہوگا جب ملک سے اترے گا ورنہ بدوق عمل یہ سب کوششیں اس کا صداق ہوں گی کشتند و گفتند و غماستند۔ باقی دعا ہر حال میں مخصوص ان تارکین میں زیادہ اہتمام سے جاری رکھوں گا۔

نوٹ ہے: اگر یہ کتابیں ملی گئیں تو ۱۲ اپریل کو ڈاک سے ہدیہ روانہ کر دوں گا ورنہ دہلی میں کسی تجارتی کتب خانہ سے تلاش کی جائیں و السلام احترام شرف علی تھانوی  
ریح الشانی ۱۳۳۵ھ

### مولانا تھانوی کی وفات پر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی تعمیناتی قرارداد

مولانا تھانوی ایک طویل عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے۔ بالآخر ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مولانا تھانوی کو طبعی دنیا میں جو مقام حاصل تھا اس کا اعزاز اس امر سے لگا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات پر آپ کے سیاسی مخالفین نے بھی آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ مجنور کے مشہور پبلیکیشنسٹ اخبار مدنی نے تعزیتی نوٹ میں لکھا: ”اگرچہ ہم مولانا کے سیاسی نظریات سے متفق نہیں ہوئے لیکن اس کے باوجود ان کے علم، تقویٰ اور دینداری کے سامنے سر جھکا تے ہیں۔ مولانا ایک بہت بڑے مفسرِ عالم اور

اعلیٰ درجہ کے مترجم تھے لیکن ان کی سب سے بڑی خاصیت یہ تھی کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف بھی کوئی لفظ استعمال نہیں کرتے تھے۔“ (۱)

مولانا تھانوی کی وفات پر آل انڈیا مسلم لیگ نے جو تعزیتی قرارداد پاس کی اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم لیگ کے حلقوں میں مولانا کو کیا مرتبہ و مقام حاصل تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء کو سندھ ذیلی تعزیتی قرارداد پاس کی ”آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا یہ اجلاس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے مولانا مرحوم ایک جید عالم تھے انہوں نے بیاباؤں کو آباد کیا، گھوڑے، لاکھوں لوگ ان کے سر پر تھے اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں انہوں نے جو خدمات انجام دیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے ان کی وفات مسلم لیگ کے لیے اس درجہ سے مرید دکھ کا باعث ہوئی کہ مولانا کی تائید و حمایت اس کے لیے بہت مددگار ثابت ہوئی جس کی وجہ سے مسلم لیگ نے خود غرض اور گمراہ طاقتوں کا مقابلہ کیا جو مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ کونسل کا اجلاس خداداد دیریم سے دعا کرتا ہے کہ مولانا کی روح کو سکون پہنچے اور ان کی روح بدستوران مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے جو مسلم لیگ کی وحدت کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کونسل کا یہ اجلاس مولانا کے خاندان اور ان کے لاکھوں مریدوں سے بھی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔“ (۲)



## کتابیات

- ۱۔ ابراہیم حق، مولانا اسعد اللہ لارڈ (بارہ بجی ۱۹۳۸ء)
- ۲۔ ابراہیم حق، فروداد مئی (بارہ بجی، سن ۱۹۴۰ء)
- ۳۔ احمد سعید، گفتار قاضی اعظم (قومی کونسل برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد ۱۹۷۶ء)
- ۴۔ اشتیاق حسین قریشی، خطیب پاک و ہند کی سنت اسلامیہ (ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی۔ ۱۹۶۸ء)
- ۵۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد اول (اشرف المصطفیٰ تھانوی، بیرون نڈر)
- ۶۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد دوم (ادارہ اشرفیہ کراچی، سن ۱۹۴۰ء)
- ۷۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد سوم (اشرف المصطفیٰ تھانوی، بیرون نڈر)
- ۸۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد چہارم (اشرف المصطفیٰ تھانوی، بیرون نڈر)
- ۹۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد پنجم (اشرف المصطفیٰ تھانوی، بیرون نڈر)
- ۱۰۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد ششم (اشرف المصطفیٰ تھانوی، بیرون نڈر)
- ۱۱۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد ہفتم (اشرف المصطفیٰ تھانوی، بیرون نڈر)
- ۱۲۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد ہشتم (ادارہ اشرفیہ کراچی، سن ۱۹۴۰ء)
- ۱۳۔ اشرف علی تھانوی، مولانا الانفاضات الیومیر، جلد نهم (ادارہ اشرفیہ کراچی، سن ۱۹۴۰ء)
- ۱۴۔ اکرام اللہ ندوی، وقارِ نبی (مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ۔ ۱۹۲۵ء)
- ۱۵۔ امین زبیری، حیاتِ محمد (مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ۔ ۱۹۳۳ء)
- ۱۶۔ امین زبیری، سیاستِ علیہ (عزیزی پریس، لاہور۔ ۱۹۳۶ء)
- ۱۷۔ امین زبیری، حیاتِ محمد (کراچی۔ ۱۹۵۳ء)

TOOBAA-LIBRARY-RAWALPINDI

- ۱۸۔ انوار الحسن شیر کوٹی، تجلیاتِ عثمانی (نشر المصروفات، دہلی۔ ۱۹۵۷ء)
- ۱۹۔ بشیر احمد ڈار، انوارِ اقبال (اقبال اکادمی، کراچی۔ ۱۹۶۷ء)
- ۲۰۔ جلیل احمد شروانی، حافظہ آثارِ عصمت (لاہور۔ سن ۱۹۶۰ء)
- ۲۱۔ جلیل احمد شروانی، حافظہ اشعارِ اعلیٰ (کتاب خانہ اشعار، بہارن پور، سن ۱۹۶۰ء)
- ۲۲۔ حالی، الطاف حسین، حیاتِ جاوید (پیشہ ادب، لاہور۔ ۱۹۶۶ء)
- ۲۳۔ حسن ریاض، پاکستان ناگزیر تھا (ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی۔ ۱۹۶۸ء)
- ۲۴۔ حسین احمد مئی، مولانا نقشبِ حیات (دلچسپ، لاہور۔ ۱۹۵۴ء)
- ۲۵۔ حمید احمد خان، اقبال کی شاعری اور شخصیت، جلد اول (اقبال لاہور۔ ۱۹۷۳ء)
- ۲۶۔ خورشید مصطفیٰ رضوی، حیاتِ فاکر حسین (مکتبہ بریل، دہلی۔ ۱۹۶۶ء)
- ۲۷۔ رئیس احمد جعفری، سیرتِ محمدی (لاہور۔ ۱۹۵۰ء)
- ۲۸۔ رئیس احمد جعفری، مطالباتِ محمدی (سید آکاد۔ ۱۹۴۵ء)
- ۲۹۔ سید احمد خان، مقالاتِ مرسیہ (مجلس ترقی ادب، لاہور۔ ۱۹۶۲ء)
- ۳۰۔ شمس تبریز خان، صدر یار جنگ (مدونہ العلماء، کراچی۔ ۱۹۷۲ء)
- ۳۱۔ صدیق علی خان، کربلا، تلخ تیغِ سپاہی (الائیز کمال پریس، کراچی۔ ۱۹۷۱ء)
- ۳۲۔ ظفر علی خان، چھٹان (کتاب خانہ کلاواں، لاہور۔ ۱۹۶۴ء)
- ۳۳۔ عاشق حسین بیگ، چند یادیں چند اشعار (آئینہ ادب، لاہور۔ ۱۹۶۶ء)
- ۳۴۔ عاشق حسین بیگ، چہارم قوی چند چند (ایمان، لاہور۔ ۱۹۶۶ء)
- ۳۵۔ عبدالرحمن، فنی، تعمیرِ پاکستان اور پاکستانی (شیخ اکبر، لاہور۔ ۱۹۷۵ء)
- ۳۶۔ عبدالرحمن، فنی، سیرتِ اشرف (نشر المعارف، دہلی۔ ۱۹۵۶ء)
- ۳۷۔ عبدالغفار قاضی، حیاتِ اہل (علی گڑھ۔ ۱۹۵۵ء)
- ۳۸۔ عبدالمجید ریاض آبادی، حکیم الامت (ایم شمس الدین، لاہور۔ ۱۹۷۵ء)
- ۳۹۔ عبدالمجید ریاض آبادی، محمد علی کی فانی (کتاب خانہ کلاواں، لاہور۔ ۱۹۷۵ء)



- ۴۰۔ عید اللہ مقالات یکم شبلی اردو مرکز لاہور ۱۹۶۱ء۔
- ۴۱۔ فرمان فتح پوری ہندی اردو خانہ دہلی تعلیم اسلام آباد ۱۹۶۶ء۔
- ۴۲۔ مجذوب خواجہ عزیز الحسن اشرف السوانج ایم شمار اللہ لاہور ۱۳۷۷ھ، ۱۳۷۸ھ۔
- ۴۳۔ مجذوب خواجہ عزیز الحسن حسن العزیز
- ۴۴۔ مجذوب خواجہ عزیز الحسن خاقر السوانج ایم شمار اللہ لاہور ۱۹۶۳ء۔
- ۴۵۔ مجتہدین، مفتی الکلام الحسن تھانہ مجملات ۱۹۶۵ء۔
- ۴۶۔ محمد سرور انوار و مفتی عید اللہ شبلی سندھ ساگر اکادمی لاہور۔ ۱۹۷۲ء۔
- ۴۷۔ محمد رفیع مفتی انوار شریذ و رسائل سیکہ دیوبند ۱۳۶۵ھ۔
- ۴۸۔ محمد رفیع مفتی مجالس حکیم الامت دار الاشاعت کراچی ۱۹۷۳ء۔
- ۴۹۔ محمد عیسیٰ قاضی کمالات اشرفیہ الد آباد۔ ۱۳۵۳ھ۔
- ۵۰۔ محمد یوسف حسن العزیز جلد دوم
- ۵۱۔ مشتاق حسین مکتبہ سید امجد خان لاہور۔ تاریخ ندارد
- ۵۲۔ مہر غلام رسول تبرکات آباد کتاب منزل لاہور۔ سن ندارد
- ۵۳۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام اردو یک مثال لاہور۔ سن ندارد
- ۵۴۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم مکتبہ دینیہ دیوبند سن ندارد
- ۵۵۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم مکتبہ دینیہ دیوبند۔ ۱۹۵۹ء۔
- ۵۶۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام جلد ہفتم مکتبہ دینیہ دیوبند۔ ۱۹۶۳ء۔
- ۵۷۔ نذیر نیازی، شید اقبال کے حضور اقبال اکادمی کراچی۔ ۱۹۷۱ء۔
- انجارات و رسائل**
- دہنامہ انقلاب لاہور روزنامہ پیہر اخبار لاہور
- روزنامہ عصر جدید گلگت علم و آگہی قائد اعظم منبر ۱۹۷۶ء۔

TOOBAA-LIBRARY-RAWALPINDI

## اشاریہ

- آر جی برلڈ۔ ۶۹
- آری مل۔ ۱۵۲، ۱۹۳، ۱۵۴
- آزاد، مولانا ابراہیم الکلام۔ ۳۷، ۳۸، ۳۹
- آفتاب احمد خان صاحبزادہ۔ ۸۵
- آل انڈیا خلافت کمیٹی۔ ۱۱۷
- اجلاس دہلی۔ ۲۳
- آل انڈیا مسلم ایکشنل کانفرنس۔ ۹۸
- آل انڈیا مسلم کانفرنس۔ ۱۱۵
- ابتراب محمد عبدالحق۔ ۴۸
- انجی۔ ۲۴
- اجمل خان، حکیم۔ ۵۱
- احرار، مجلس۔ ۱۵۵۰۲
- احسان الحق۔ ۸۷
- احمد رضا خان مولانا۔ ۵۱
- احمد سعید دہوی، مولانا۔ ۹۹، ۸۱
- اردو ڈیفنس ایسوسی ایشن۔ ۹۳
- اسحق، مسعودی، مولانا۔ ۵۱
- اسلام آباد۔ ۱۴۶
- اشتیاق حسین قریشی۔ ۵۱، ۲۳، ۴۲
- اظہار علی مولانا۔ ۴۲
- اعظم گڑھ۔ ۱۵۵
- افغانستان۔ ۱۳۴، ۳۸
- اقبال، علامہ۔ ۳، ۲۵، ۵۱، ۸۸
- ۹۱، ۱۳۴۔
- اکبر حیدری، سر۔ ۱۰۷، ۱۱۶
- الزآباد مسلم لیگ۔ ۸۷
- الامان، اخبار۔ ۱۳۵، ۱۵۴، ۱۵۵
- امان اللہ خان۔ ۱۳۴
- امید کر، نوکٹر۔ ۸۸
- امداد اللہ حاجی۔ ۷، ۱۵، ۸۰
- امر سر۔ ۲۳، ۴۸
- اناطولہ۔ ۲۳
- انٹرنیٹ کیڑائی۔ ۹۳
- انجمن خدام کعبہ۔ ۲۲
- اورنگ زیب عالمگیر۔ ۹۲
- ایشیہ کیڑائی۔ ۲۳
- ایم اے او کالج علی گڑھ۔ ۸، ۱۱، ۱۲
- ۱۳، ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۶۹، ۷۰۔
- بجوز۔ ۱۱۳، ۱۵۸۔
- برطانیہ۔ ۲۳، ۱۱۶، ۱۲۰





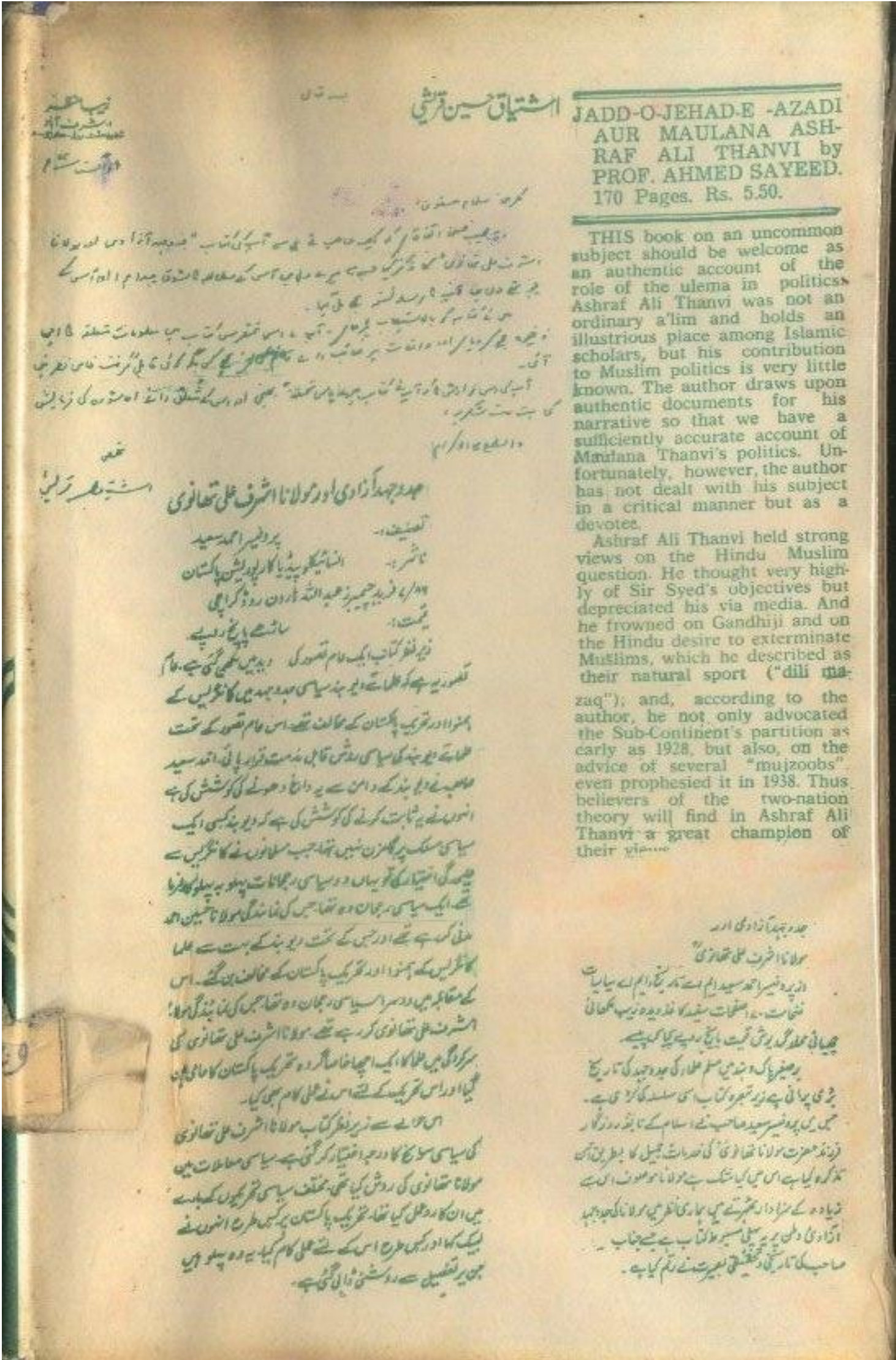














طوبی لائبریری

راولپنڈی

اردو انگلش کتب اسلا می

تاریخی سفر نامے لغات